NATIONAL PRESS URDU LITERATURE SERIES No

گل بکاؤلی

عرف

مذہب عشق

از
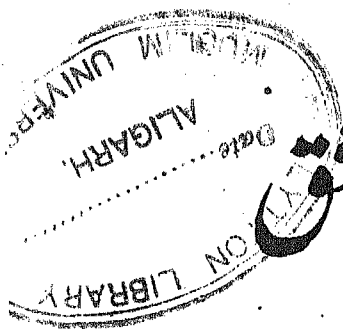
نہال چند ـ لاہوری

ALLAHABAD

RAM NARAIN LAL

PUBLISHER AND BOOKSELLER

1927

فہرست مضامین

نہال چند لاہوری اصل میں دہلی کے باشندے تھے
شاید بعد میں ترک وطن کر کے لاہور میں اقامت کی ہو اس لئے
لاہوری کہلانے لگے ہوں آپ سنہ ۱۲۱۷ھ ہجری میں کلکتہ تشریف لیگئے
وہاں پہنچ کر کیپٹن ولورٹ کی وساطت سے ڈاکٹر جان گلگرسٹ تک
رسائی ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے ایما سے آپ نے تاج الملو
اور بکاؤلی کے قصہ کو فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ فارسی میں
اس قصہ کو شیخ عزت اللہ بنگالی نے سنہ ۱۱۲۲ھ میں لکھا تھا۔
اردو میں نہال چند جی سے پہلے متعدد بار بکاؤلی کا قصہ نظم ہو چکا
تھا۔ ایک نسخہ تو سنہ ۱۰۳۵ھ کا لکھا ہوا دکھنی اردو میں ہے۔ دوسری
مرتبہ سنہ ۱۱۵۱ھ میں تحفۂ مجالس کے نام اسی قصہ کو نظم کیا گیا۔ تیسری
مرتبہ پھر سنہ ۱۲۱۲ھ میں خیابان کے نام سے اس کو نظم کیا گیا۔ نہال چند
لاہوری کا ترجمہ سنہ ۱۲۱۷ھ کا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ
ہے کہ یہ اردو نثر میں ہے۔ آپ نے اس کا نام مذہب عشق معروف
بہ گل بکاؤلی رکھا۔ مذہب عشق تاریخی نام ہے اور اس کے اعداد
۱۲۱۷ ہوتے ہیں۔ نہال چند لاہوری کے بعد اسی قصہ کو پنڈت دیاشنکر

نسیم نے نظم اُردو کا جامہ پہنایا جو مثنوی گلزار نسیم کے نام سے مقبول خاص و عام ہے۔

مذہب عشق کو اگرچہ گلزار نسیم کی سی مقبولیت تو نصیب نہیں ہوئی لیکن پھر بھی یہ کتاب بہت ذوق شوق کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور باوجود اس کے کہ سوا سو برس اس کی تالیف کو ہوگئے اب تک عام طور پر بازاروں میں فروخت ہوتی ہے۔ زبان میں کافی لچک اور ادبیت ہے۔ میر شیر علی افسوس کی اصلاح کے بعد یہ ترجمہ شائع ہوا ہے۔

مترجم کے حالات کا پتہ اس سے زیادہ کہیں نہیں ملتا جو وہ خود اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں چند سطروں میں لکھ گئے ہیں۔ اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہلی کے باشندے تھے ۱۲۱۷ھ میں کلکتہ تشریف لے گئے وہاں ڈاکٹر جان گلگرسٹ کے شعبہ تصنیف و تالیف میں ملازمت اختیار کی اور ڈاکٹر صاحب موصوف ہی کے اشارے سے فارسی نظم "گل بکاؤلی" کو اردو نثر میں تبدیل کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی کر سخن کو میرے وہ گُل　　　کہ جسپر مرغِ دل ہو سب کا بلبل

حمد و ثنا کا گلستان ہمیشہ بہار باغبان حقیقی کو سزاوار ہے کہ اُس کے باغ لطف سے اِس طرفہ بوستان جہان نے آب و رنگ تازہ اور لطافت وطراوت بے اندازہ پائی پھولوں کی بہاریں اور زیبا عروسوں کے نقش و نگاریں اُسی کے نور کی تجلّی ہمائی خامہ خشک مغز کا کیا مقدور اور کتنی طاقت کہ اُس کی حمد و ثنا تحریر کرسکے اور جو حق لکھنے کا ہے لکھ سکے۔

ابیات

ہر اک پتے سے گُل کی بوئیاں کی　　　وہی علت ہے بلبل کے فغاں کی
جو منہ بند ہے غنچے کا چمن میں　　　اُسی کا نام لیتا ہے دہن میں
اُسی کے حکم نے شیرازہ بندی　　　کتاب عارضِ محبوب میں کی
جو عکسِ روئے لیلی گُل میں آیا　　　تو موئے قیس کو سنبل بنایا
جو ابرِ رحمتِ غفار برسے　　　گناہوں کو ہمارے وہ میں دھوئے
طراوت پائے اپنی کشت امید　　　ہری ہو جائے اپنی کشت امید
اگر دل قہر پر آجائے اُس کا　　　سوائے ظلّ احمد پھر نہیں جا

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں

ہزار ہزار درود و سلام اس والا حسب عالی نسب پر ہے جو باعث
بنائے زمین و آسمان اور سبب ایجاد کون و مکان ہوا اسکے براق کے سم
کا نقش مہر و ماہ کی پیشانی پر درست بیٹھا اسکے مجموعۂ امکان سے جہان
ہے ایک کتاب اور اس کتاب سے ہستی ہے ایک باب صفحۂ خاک کو
جو دلچسپ دیکھا تو بیت افلاک میں تر ہا اس مطلع نور اور مقطع ظہور نے
عناصر کی رباعی اختیار کی۔

بیت

اس مرحلہ کا نہیں ہے پایاں — کہ اب تو ثنا سے شاہ مرداں

حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی منقبت میں

جب صبح کو آفتاب نے قلم شعاعی ورق عالم پر آیت نور لکھ کر صفحۂ
جہان کو روشن کیا میں نے چاہا کہ دریائے سخن میں غوطہ لگا کے لولوے آبدار
جو سخن کے جوہریوں کو منظور ہوں نکالوں جس طرف غور و تامل سے نگاہ کی
ڈھیر کے ڈھیر نظر آئے سوچا کہ انکو کس پر نثار کروں اس تردد و تفکر میں تھا کہ
یکایک یہ مژدہ میرے کان میں پہنچا کہ اے غریق دریائے فکر یہ جواہر درخشاں
دوسرے کے لایق نہیں حضرت علیؑ کے قدموں پر نثار کر دیجئے اسکی مدح میں زبان
کھول وہ شہنشاہ کہ جسکے چہرے کے عکس سے ماہ کے رخ پر صفائی آئی اور
خورشید کے آئینہ نے جلاے وافر پائی اگر ساتوں آسمان کے میدان میں
گھوڑا دوڑائے تو ستاروں کے لشکر میں فتور پڑ جائے اے شہنشاہ تیری

درگاہ میں میری یہی عرض ہے کہ داور گیر قیامت میں مجکو بار دے سپید اپنے غلاموں کی صف میں رکھنا اسکے سوا اور کیا عرض کروں کہ بندے کو زیادہ عرض کرنی اپنے مولا کی جناب میں کمال گستاخی ہے۔

وجہ تصنیف کتاب

ناظرین پر روشن ہو کہ شیخ عزت اللہ بنگالی نے یہ کتاب فارسی میں تصنیف کی تھی اسنے اسکا سبب یوں لکھا ہے کہ طالب علمی کے ایام میں اس حقیر کو انشا پردازی کے فن میں رغبت تمام تھی اور مسودے بھی کاغذ پر لکھکر رکھ چھوڑتا تھا ایک روز رفیق شفیق نذر محمد کہ نو برس تک اس شوریدہ حال کا مرغ دل اس شمع جمال پر پروانہ کے مانند قربان اور ذرے کی طرح اس خورشید آسمان حسن پر سرگرداں تھا چکور کے مانند خراماں خراماں آیا۔

ابیات

غزالوں سے کیا لیتی چشم اسکی باج | طلب کرتی تھی شیر نر سے خراج
نگاہوں کی تھی عشوہ سازی مدام | کرشمہ میں کرتی تھی عالم کا کام
کبھی مستی میں لہر آئی اگر | کیا صفحۂ دل کو زیر و زبر
عجب خط سے رونق تھی رخسار کی | کہ مصحف میں جدول تھی زنگار کی
رگ لعل کا میں جو پاؤں قلم | تو کچھ سرخی لب ہو سکے رقم

اور جس طرح ہمارے اس کے دوستی تھی ویسی ہی محبت سے ہاتھ میں ہاتھ رکھا اور راہ الفت میں قدم ساتھ رکھا آخرش جام لب کو شراب تکلم سے بھر کر آتش بیانی سے بخت کا بازار گرم کیا یہ شوریدۂ محبت بھی اس

فرشتہ خصال سے متکلم رہا پھر میرے زانو پر سر رکھکر کہنے لگا کہ مجھے نیند آتی ہے جب تک سوؤں تم بیٹھے کوئی کہانی کہو پہلے تو میں نے چاہا کہ میں بھی اُس سے لپٹ کر سو رہوں لیکن یہ خیال آیا کہ شاید آشفتہ خاطر ہو اور یہ سوچے کہ میرا کہنا نہ مانا تب وہ قصہ کہ جسکی داستان عشق سے بھری ہوئی تھی اُس سرمایۂ بہجت کے آگے کہنے لگا من بعد اُس یار ارجمند کی خواہش اس مستمند کو اِسپر لائی کہ اس دلچسپ قصہ کو فارسی کی عبارت کا لباس پہنا کر نظم و نثر کے زیور سے آراستہ کر کے مشکل پسند دیکھنے والوں کے لایق کروں اِس اثنا میں غرۂ ذی الحجہ کو کہ سنہ ایکہزار ایکسو چھبیس ہجری تھے اُس نوبادۂ باغ محبت کو صرصر موت نے جڑ سے اُکھاڑ ڈالا اس واقعۂ جانکاہ سے مجھ مصیبت زدہ کے ہوش و حواس اُڑ گئے چاہا کہ اوراق مسودات کو اس افسانے کے بھی پرزے پرزے کر ڈالوں لیکن چند دوستوں نے کہ ایک گونہ پاس خاطر اُنکا منظور تھا آکر سمجھایا اور کہا۔

بیت

آساں بہت ہے لعل بدخشاں کا توڑنا لیکن بہت محال ہے پھر اُسکا جوڑنا

بحکم ضرورت آدھے کو فارسی کیا اور آدھے کو اُسی طرح رہنے دیا اُس کتاب کے ترجمے کا یہ سبب ہے کہ مستمند نہال چند لاہوری کو کہ اس نحیف کا مولد شاہجہان آباد ہے اشرف البلاد کلکتہ میں کہ بالفعل ہندوستان کا دارالامارۃ ہے آب و خورش کھینچکر لایا اور یہ خاکسار کپتان ولورٹ صاحب بہادر کی خدمت میں سابق سے بندگی رکھتا تھا اُنکی دستگیری سے

صاحب خداوند نعمت حاتم زمان دستگیر درماندگان منبع الجود والاحسان سرچشمۂ فیض وسخا دریاے عنایت وکرامت بحر احسان وشجاعت صاحب گلکرسٹ بہادر مدظلہ کے دامن دولت تک دسترس پایا۔

نظم

ثنا میں اسکی بجا ہے اگر صغیر و کبیر
ہزار صفحۂ کاغذ سیاہ کریں تحریر
وہی ہے باغ فصاحت کا نخل عالم میں
گل سخن سے اسی کے شگفتہ دل ہے زہیر
وہی ہے گوہر بحر سخا وکان عطا
نہیں ہے اسکا جہاں میں کوئی عدیل و نظیر
چراغ عقل سے شمع مراد روشن ہے
وہ رات کو مہ انور ہے دن کو مہر منیر
سجا ہے قامت موزونپہ خلعت اخلاق
خدا نے اپنی عنایت سے اسکو دی توقیر
ہر ایک خدمت عالی سے فیض پاتا ہے
گواہ دل سے ہے اس بات پر امیر فقیر
لیاقت اتنی کہاں خاکسار کو اس کے
کہ اسکی بخشش ہمت کی کر سکے تقریر
مگر خدا سے دعا مانگتا ہے یہ دن رات
سپہر میں رہے جبتک ضیاے مہر منیر
سلامت اسکو رکھے احتشام دولت سے
عدو کو اسکے کرے دہر میں ذلیل و حقیر

غرضکہ صاحب بہادر کے تفضلات سے بخوبی اس ضعیف کی اوقات بسر ہونے لگی اور امید زیادہ تر ہونے لگی کہ اگر بخت مددگار رہے اور یہ دامن دولت اپنے ہاتھ ہے تو حشمت قدم کے ساتھ ہے پھر ایک روز خداوند نعمت نے ارشاد کیا کہ تاج الملوک اور بکاؤلی کا قصہ فارسی میں ہے ہندی ریختے کے محاورے میں ترجمہ کر کہ تیری سرخروئی اور یادگاری کا موجب اور ہماری خوشنودی کا سبب ہو چنانچہ اس نحیف نے حسب الارشاد فیض بنیاد اپنے حوصلے کے موافق فلاطون فطنت والاشکوہ عالی حشمت فلک اشتباہ مارکوئیس ولزلی نواب گورنر جنرل دام اقبالہ کے عہد میں ہندی میں ترجمہ کیا

اور نام اسکا مذہب عشق رکھا ہر ایک سخن رس اور نکتہ دان صبح نفس سے
یہ امید ہے کہ جہاں کہیں میدان عبارت میں نشیب و فراز دیکھیں وہاں
اصلاح کے قلم سے ہموار کر دیں اور اس ہیچمدان کو اپنی نوازش سے ممنون فرمائیں۔

آغاز داستان

کہتے ہیں کہ پورب کے شہروں میں کسی شہر کا ایک بادشاہ تھا
زین الملوک نام جمال اسکا جیسے ماہ منیر عدل و انصاف اور شجاعت
و سخاوت میں بے نظیر اس کے چار بیٹے تھے ہر ایک علم و فضل میں علامۂ
زمان اور جوانمردی میں رستم دوران خدا کی قدرت کاملہ سے ایک اور بیٹا
آفتاب کی طرح جہان کا روشن کرنے والا اور چودھویں رات کے چاند کی طرح
دنیا کے اندھیرے کا دور کرنے والا پیدا ہوا۔

ابیات

قمر اسکی جبیں سے داغ کھائے
سپر ہو پیش ابرو سر جھکائے

اگر چین جبیں اُس کی بنائے
مصور چین کا چیں بول جائے

بلا انگیز آنکھیں جادو آمیز
مے گلرنگ سے دو جام لبریز

کبھی دیکھی تھی اُس گلرو کی کاکل
پریشاں آج تک ہے حال سنبل

جہاں مجروح ہو تیغ نظر سے
پلک کے پار ہوں خنجر جگر سے

وہ مکھڑا ادھر گر دیکھے تو تھرائے
قمر کے چہرہ کا بھی رنگ اُڑ جائے

عجب انداز کا تل گال پر تھا
کہ گنج حسن پہ بیٹھا تھا کالا

وہ سینہ تختۂ بلور سا صاف
یہ کیا کہتا ہوں ہیرا تھا شفاف

ریاض حسن کا سرو سرافراز
غرض وہ تھا سراپا مایۂ ناز

بادشاہ نے بارغ باغ ہوکر بڑا جشن کیا اور نجومیوں کو بلا کر فرمایا کہ اسکی لگن دیکھو ہر ایک نے لگن کنڈلی کھینچکر اسکا نام تاج الملوک رکھ دیا اور کچھ انگلیوں پر گن گنا کر عرض کی کہ یہ باغ عالم میں گل تازہ ہے اسکے نصیبوں میں دولت دنیوی بے اندازہ ہے صاحب ہمت اسطرح کا اب تک نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا یقین ہے کہ ایسا شہریار ہوگا عالم جنات بھی مطیع اور فرمانبردار ہوگا مگر ایک قباحت بھی اسکے ساتھ ہے جب بادشاہ کی اسپر نظر پڑے تو فوراً بادشاہ کی آنکھوں سے بینائی جاتی رہے بادشاہ نے کچھ شاد کچھ ناشاد ہوکر انکو رخصت کیا اور وزیر سے فرمایا کہ ایک محل میں بتفاوت تمام ہماری گذرگاہ سے اسکی ماں سمیت رکھو چنانچہ بموجب ارشاد کے وزیر عمل میں لایا چند سال کے بعد وہ نونہال باغ سلطنت کا کمال ناز و نعمت سے پرورش پاکر ہوا سے علم و ہنر سے سرسبز ہوا ایک روز اسکو شکار کی خواہش ہوئی سوار ہوکر جنگل میں گیا اور ایک شکار کے پیچھے گھوڑا اٹھایا سچ ہے کہ ہونے والی بات بے ہوئے نہیں رہتی۔

مصرعہ

تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں ہے دھونا

اتفاقاً بادشاہ بھی اسی دن شکار کو سوار ہوئے تھے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا اڑا لیے اسی طرف کو آنکلے مشہور ہے کہ کاسے چوٹ کٹوڑے پھیٹ جونہیں شہزادے پر نگاہ پڑی وہیں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی ارکان دولت نے شہزادے کو دیکھکر بادشاہ کے نابینا ہونے کا سبب دریافت کیا حضرت نے فرمایا کہ لا نہ ہوں تھا کہ بیٹے کو دیکھکر باپ کی آنکھیں روشن ہوئیں سو یہ طرفہ ماجرا ہے کہ یہ عکس ظہور میں آیا بس اب یہ بہتر ہے کہ اسکو

میرے ممالک محروسہ سے نکال دو اور اسکی ماں کے واسطے خدمت جاروبکشی کی مقرر کرو یہ فرماکے بادشاہ الٹے پاؤں تختگاہ کی طرف پھر آیا اور اسے وہیں سے نکالدیا۔

دوسری داستان چاروں بیٹوں کے جانیکی گل بکاؤلی کے واسطے

کہتے ہیں کہ جب بڑے بڑے حکیم مسیحاخصلت اور بوعلی طبیعت آنکھوں کے علاج کے لئے بلائے سب نے متفق ہوکر عرض کی کہ گل بکاؤلی کے سوا کسی اور دارو سے ممکن نہیں کہ بادشاہ شفا پائے اگر کسی صورت سے گل بکاؤلی پیدا ہو تو حضرت کیا بلکہ اندھا مادرزاد بھی آنکھیں پائے یہ سنکر بادشاہ نے اپنے تمام ملک میں منادی پھرادی کہ جو گل بکاؤلی پیدا کرے یا اسکی خبر لائے تو اسکو بہت انعام و اکرام دے کر نہال کروں اس طرح بادشاہ نے ایک مدت تک اسکے انتظار میں رو رو کر حضرت یعقوبؑ کی طرح اپنی آنکھوں کو سفید کیا اور اس غم میں مانند حضرت ایوبؑ کے آپ کو گھلا دیا ہر چند کہ خون جگر پیا لیکن کسی طرف سے کچھ اسکا سراغ نہ ملا ایک روز چاروں بیٹوں نے بادشاہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ سعادتمند وہی لڑکا ہے کہ جو ماں باپ کی خدمت بجا لائے اور اگر سعی کوشش میں جان دے تو وہ سعادت دارین پائے اسواسطے ہم امیدوار ہیں کہ ہمیں رخصت فرمایئے تو گل بکاؤلی کی تلاش میں نکلیں بادشاہ نے فرمایا کہ ایک تو آگے ہی میں اپنی آنکھیں کھو بیٹھا ہوں نور چشم کو رو بیٹھا ہوں وہ داغ ابتک جگر سے نہیں گیا جو چشم چراغ ہیں اُن کو برباد کس طرح ہونے دوں یہ صدمہ دیدہ و دانستہ دل پر لوں شاہزادوں

نے پھر مکرر عرض کی تب چار و ناچار بادشاہ نے رخصت دی اور وزیروں سے فرمایا کہ اسباب سفر کا جو چاہیئے وہ مہیا کرو چنانچہ اُنھوں نے بموجب حکم کے نقد و جنس و دواب و خیمہ و لشکر سے لیکر جتنا کہ چاہیئے تھا موجود کردیا تب بادشاہ سے رخصت ہو کر شاہزادوں نے اپنا راستہ لیا شاہزادے منزل بمنزل جاتے تھے اتفاقاً تاج الملوک کہ جسکو باپ نے شہر بدر کیا تھا دشت آوارگی کو قدم پریشانی سے ناپتے ناپتے ان سے دوچار ہوا اور کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں اُسنے بادشاہ کے اندھے ہونے کا اور سبب انکے سفر کا گل بکاؤلی کی تلاش کے واسطے تاج الملوک سے بیان کیا شہزادے نے دل میں کہا۔

مصرعہ

کہ اُٹھ بخت کو تو بھی اب آزما

مصلحت نیک تو یہ ہے کہ میں بھی بھائیوں کے ہمراہ گل بکاؤلی کی جستجو کروں اور اپنے زر قسمت کو محک امتحان پر کسوں اسمیں اگر دامن کو گل مراد سے بھروں تو فھو المراد نہیں تو اس وسیلہ سے باپ کے ملک سے باہر نکلوں یہ دل میں ٹھان کر ایک سردار کے پاس کہ نام اُسکا سعید تھا گیا اور بادب تمام سلام کیا اُسکی نظر جو شاہزادے پر پڑی تو دیکھا کہ اُسکے گالوں کی چمک خورشید کی روشنی کے ساتھ برابری کر رہی ہے اور چاندسی پیشانی زلف شبرنگ کے پہلو میں ماہ تمام کی طرح جلوہ گری کر رہی ہے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آنا ہوا تاج الملوک نے عرض کیا کہ میں بیچارہ غریب مسافر ہوں اور بیکس آشفتہ خاطر ہوں نہ کوئی غمخوار ہے کہ غمخواری کرے نہ یار ہے کہ شرط یاری بجا لائے نہ کوئی مددگار ہے کہ مددگاری کرے سعید نے

اُس یوسف ثانی کی شیریں زبانی سے محظوظ ہو کر بصد آرزو و خواہش اپنی رفاقت
میں رکھا اور ہر روز الطاف زیادہ کرتا کہتے ہیں کہ شہزادے ایک مدت کے
بعد شہر فردوس میں کہ تخت نشین وہاں کا رضوان شاہ تھا پہونچے اور
شام کے وقت دریا کے کنارے اس ارادے سے کہ چند روز یہاں
ٹھہریں خیمے ایستادہ کئے جب مسافر آفتاب ملک مغرب کی سیر کو گرم رفتار
ہوا اور سیاح ماہتاب راستے کے مشکی گھوڑے پر سوار ہو کر مشرق کی طرف
سے باگ اُٹھا کر چلا تب چاروں شاہزادے اپنے اپنے سمند باد رفتار پر
سوار ہو کر بطریق سیر شہر میں آئے اور اِدھر اُدھر گشت کرنے لگے اس میں
ایک محل منقش اور مکلف کہ جسکے جابجا دروازوں پر زردوزی کے پردے
پڑے ہوے تھے نظر آیا وہاں کے باشندوں میں سے ایک سے پوچھا
کہ یہ مکان عالیشان کسکا ہے اُسنے جواب دیا کہ اسکی مالک دلبر لکھا بیسوا
ہے شہزادوں نے کہا اللہ اکبر یہ محل بادشاہی اُسنے کہاں سے پایا وہ شخص
پھر کہنے لگا کہ یہ رنڈی اس زمانہ میں یکتا ہے اور ملاحت میں بیہمتا ہے
شہرۂ آفاق اپنے کام میں طاق رعنائی اور زیبائی میں نہایت دلجو خوبی
اور دلربائی میں نہایت خوب رو چشم خورشید مدام اُسکے شمع جمال پر پروانہ کی طرح
شیدا اور چہرۂ ماہتاب دوام اُسکے مکھڑے پر فدا۔

ابیات

کسی نے راہ میں اُس کی اگر قدم مارا　　تو اپنی عقل کی فہرست پہ قلم مارا
اُسی نے بیچ دیا ناموس و ننگ کو اپنے　　کہ جسنے ذرہ بھی خواہش میں اُسکے دم مارا

[illegible] واسطے ایک نقارہ [illegible] آستانے اپنے

دروازے پر رکھا ہے جو کوئی اُسے جاکر بجائے وہ عیار زمانہ کی گھر میں
اُسے بلائے اور لاکھ روپے لے تب ایکبار اُس سے ملے شہزادے کہ اپنے
مال و دولت پر نہایت مغرور تھے نشۂ بادۂ نخوت سے چور تھے نشان ہمت
اسکے میدان شوق ملاقات میں بلند کرکے دروازے پر گئے اور جاتے ہی
بے تحاشا نقارہ بجادیا سنتے ہی اُس مکارۂ دوران نے دل میں کہا کہ الحمدللہ
مدت مدید کے بعد کسی ایسے نیکبخت نے میرے گھر کا قصد کیا چاہیئے کہ میرے
حجرے کو روشن کرے اور ایسے موٹے تازے شکار نے میرے جال میں آنے کا
ارادہ کیا اغلب ہے کہ دام میں پھنسے پھڑک پھڑک کر مرے نقل مشہور ہے کہ
کہ یہ طائفہ اسی تردد میں رہتا ہے کہ کوئی عقل کا اندھا گانٹھ کا پورا ملے غرضکہ
ویسے ہی شخص بھیجدے جھٹ پٹ بناؤ سنگھار کرکے زیور مرصع لعل موتی ہیرا
زمرد جابجا پہنکر بڑی آن بان سے بن ٹھن کر بیٹھی اس میں یہ بھی آپہونچے چند قدم
استقبال کرکے ہر ایک کو سونے کی کرسی پہ بیٹھایا اتنے میں کچھ رات گئی کہ
کہ ساقیان گلعذار شیشہ شراب اور ساغر زرنگار لئے حضور میں آئے اور
جام کو گردش میں لائے اسی طرح آدھی رات گئی تب اُس عیارنی نے کہا
کہ اگر اجازت ہو تو تختہ نرد منگواؤں باقی رات اس شغل میں بسر ہو کہ سحر ہو
شاہزادوں نے کہا منگواؤ اس سے کیا بہتر مکارہ نے ایک بلی کے سر پہ
چراغ رکھا اور لاکھ روپیہ کی بازی بدکر کھیلنے لگی لکھنے والے نے یوں لکھا ہے
کہ شاہزادوں نے اُس آدھی رات کے عرصہ میں پچاس لاکھ روپیہ ہارے
اس میں خورشید جہاں گرد زمردی تختہ پر نمودار ہوا اور سیمیں چہرہ ماہ اپنے
گھر گیا اس مکرہائی نے بھی بساط بازی لپیٹی شہزادے اپنے مکانوں کو گئے
دوسرے روز جب آفتاب سیاحوں کی طرح مغرب کی منزل میں پہونچا اور

ماہتاب بادشاہوں کی صورت سپاہ انجم کو لئے تخت فیروزہ رنگ پر
رونق بخش ہوا شاہزادے اُسی آن بان سے اُسکے مکان میں آئے اور بیٹھتے
سونے کی چوکیوں پر اجلاس فرمایا حور لقا رنڈیاں خدمت میں آکر حاضر ہوئیں
اور طرح طرح کا کھانا سونے چاندی کے خوانوں میں لا کر دسترخوانوں میں چُن دیا
بعد تناول طعام تختہ نرد منگوا کر دس لاکھ روپے کی بازی بد کر کھیلنے لگے غرض اُس
رات کو سب مال و متاع نقد و جنس ہاتھی گھوڑے اونٹ وغیرہ جس قدر رکھ
رکھتے تھے ہار گئے تب اُس مکارہ نے بازی سے ہاتھ کھینچکر کہا اے جوانو
تمھارا سرمایہ آخر ہو چکا اب بساط بازی لپیٹو اپنے گھر کی راہ لو شاہزادوں
نے کہا کہ آئکی بار ہم زر طالع کو ترازوے امتحان میں تولیں اگر ہمارے بخت کا
پلہ جھکے تو اپنی ہاری ہوئی سب نقد و جنس کہ گرہ میں تو نے باندھی ہے کھول لیں
نہیں تو ہم چاروں تیری فرمانبرداری میں غلام ہو کر رہیں کچھ نہ بولیں جب یہ
قول و قرار ٹھہرا تب اُس اُچھال چھکّا نے طرفۃ العین میں وہ بھی بازی
جیت لی اور بہت اسباب نقد و جنس اُنکا اپنی سرکار میں داخل کیا اُنکو
قیدیوں کے سلسلے میں کہ ویسے سیکڑوں تھے بھیجدیا اور سپاہ اور رفیق
اُنکے گُل خزاں دیدہ کے پتوں کی طرح درہم برہم ہو گئے تاج الملوک نے
دل سے مصلحت کی کہ اب کچھ ایسی حکمت کیا چاہیئے جو اُنکی خلاصی کا سبب ہو
مجھسے جو یہ کام نمایاں ہو تو دنیا میں نام ہو آخرت میں اجر فراواں ہو یہ
دل میں سوچکر شہر میں آ ایک امیر کے در دولت پر جا کر دربانوں سے کہا
مسافر ہوں بے خانماں کسی امیر کو ڈھونڈھتا ہوں تمھارے صاحب کے
اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سُنکر آیا ہوں اگر بندے کو اپنی بندگی
میں لیں اور بندہ نوازی فرمائیں بدل و جان خدمت بجا لاؤں اُن میں سے

ایک نے جاکر امیر کی خدمت میں شہزادے کی کیفیت عرض کی فرمایا اُسے حاضر کرو وہ لے گیا امیر نے اُسکے منہ کو دیکھکر کہا یا الہٰی کیا آفتاب چوتھے آسمان سے انسان کے قالب میں آیا یا کوئی غلمان بہشت بریں سے۔

شعر

پیشانی نازنیں پہ اُس کی — چمکے گا ستارۂ بلندی

غرضکہ امیر نے اُس کو اپنی خدمت میں سرفراز کیا۔

تیسری داستان تاج الملوک کے تختہ نرد کھیلنے کی دلبر لکھا بیسوا سے اور جیتنے میں تمام مال اور اسباب کے تصویر تاج الملوک اور دلبر بیسوا اور تختہ نرد کھیلنے کی

جب تاج الملوک کو امیر کی خدمت میں کئی مہینے گذرے اور اُس نے اپنی وجہ مقرر سے کچھ روپے جمع کیئے ایک روز اُسکی خدمت میں عرض کی کہ ایک فدوی کے آشناؤں میں سے اس شہر میں تازہ وارد ہے اگر حکم ہو تو ہر روز چار گھڑی کے واسطے اُس کے پاس جایا کروں دل بہلایا کروں امیر نے کہا بہتر پس شاہزادہ ہر روز تختہ نرد کھیلنے والوں کے پاس جا بیٹھتا اور کھیلتا جب اُسکے قاعدے دریافت کرلیئے اور ہر ایک سے بازی ہاتھ آنے لگی یہ تجویز کیا اب اُس عیارنی سے کھیلئے اور اپنے طالع کے قرعہ کو تختۂ امتحان پر پھینک کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیئے کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے پھر تو ایک روز شاہزادہ اُس کے دروازہ پر گیا دیکھا کہ ایک بڑھیا اندر سے باہر آتی ہے کسی سے پوچھا

یہ کون ہے اُس نے کہا یہاں کی یہی مدار المہام ہے بے مشورہ اِسکے وہ کچھ کام نہیں کرتی ہے تاج الملوک نے دل سے کہا کہ اب کچھ مکر پھیلایا چاہیئے دامِ محبت میں اسکو لایا چاہیئے اسکے ہاتھ میرا کام نکلے تو نکلے اُس دن تو شاہزادہ چلا آیا پھر ایک روز وہی بڑھیا اُسکو دکھائی دی سلام کیا اور پاؤں پر سر رکھکر بے اختیار رونے لگا بڑھیا نے پوچھا تو کون ہے اور کہاں آیا مگر دیوانہ ہے یا مظلوم کہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے شہزادے نے کہا۔

ابیات

کیا مجھسے پوچھتے ہو میں ہوں کمال مضطر — دنیا میں کوئی مجھسا ڈھونڈھو تو پاؤ کمتر
آتش سے غم کی میرا سینہ جلا بُجھا ہے — دو دن کی زندگانی مجھپر عجب بلا ہے
گردش سے آسماں کی کیا کیا ستم ہے مجھپر — سایہ بغیر اپنا ساتھی نہیں نہ رہبر

اے ماما مسافر ہوں بے سروپا۔ اس شہر بیگانے میں نہ کوئی یار نہ آشنا بجز باریتعالی کی ذات کے نہ اپنا کوئی پشت پناہ نہ کسی کا آسرا پورب دیس میں میرا وطن ہے ایک میری دادی تھی وہ قضائے الٰہی سے کئی برس ہوئے کہ اس عالم فنا سے ملک بقا کو کوچ کر گئی اُسکے تمام آثار تجھ میں پائے اس واسطے بصد آرزو تیری پابوسی کی اگر میرے حال زار کو الطاف کی نظر سے تو دیکھے اور اس عاجز کی غریبی اور بیکسی پہ رحم فرمائے تو میں تیرا ہو کر رہوں اور دادی کی جگہ تجکو تصور کروں۔

بیت

نظر سے اپنی جو کرتے ہیں خاک کو اکسیر — کبھی تو گوشۂ چشم اسطرف کریں للہ

ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ اس پیرزال کا دل پھسل گیا بلکہ شعلۂ آواز سے موم کے مانند دل پگھل گیا بولی اے جوان میرا بھی اِس

جہان میں اپنا کوئی نہیں رہا آج سے میں تیری دادی تو میرا پوتا پھر تاج الملوک نے کہا دادی صاحب کئی روز سے میں ایک جگہہ نوکر ہوں اسکی فرمانبرداری لازمی ہے ہر روز تمہاری قدمبوسی کے واسطے نہ پہونچ سکونگا مگر کبھی کبھی بڑھیا نے کہا بیٹا کیا مضائقہ ہے اگرچہ شاہزادے نے ہر روز کے آنے کا عذر کیا لیکن اس غمخوار کے گھر روز جاتا اور چاپلوسی اور تملق کی باتیں بناتا آخرش رفتہ رفتہ اسکا محرم راز ہوا اسی طرح سے کچھ روز گذرے ایک دن شہزادہ کچھ روپے اس کے پاس لے گیا اور کہا دادی صاحب یہ روپیہ رکھ چھوڑو اگر کسی کام میں درکار ہوں تو خرچ کرو وہ بولی بیٹا میں تیرے روپے لیکے کیا کرونگی خدا کا دیا میرے گھر سب کچھ ہے کسی چیز کی کمی نہیں اگر تجھے کسی کام کے لئے درکار ہو تو یہ نقد و جنس تیرا ہے لے وسواس اپنے تصرف میں لا۔

شعر

کھانے کے لئے یہ زر ہے اے نور بصر ۔ رکھنے کے لئے تو سنگ و زر یکساں ہے

غرض شاہزادے نے جب اسکو اپنے حال پر مہربان پایا ایک روز ادھر ادھر کا تذکرہ کر کہنے لگا کہ اے دادی صاحب تمکو کچھ معلوم ہے کہ جو کوئی اس عیاری کے ساتھ تختۂ نرد کھیلتا ہے اس سے بازی نہیں پاتا اس نے جواب دیا بیٹا یہ راز بہت نازک ہے خبردار ہرگز کسی سے نہ کہیو ایسا نہو کہ یہ بات طشت از بام افتادہ ہو اور اسکی بھنک اس خام پارہ کے کان میں پڑے جو میرے زوال کا باعث ہو شہزادے نے کہا استغفر اللہ یہ کیا بات ہے بڑھیا بولی کہ اسنے ایک بلی اور چوہے کو پرورش کر کے یہ سکھایا ہے کہ بلی کے سر پر چراغ رکھے تو وہ لئے رہے

اور چوہا چراغ کے سایہ میں بیٹھارہے جب اسکے خاطر خواہ پانسا نہ پڑے تب بلی چراغ کو ہلا کرکے نردوں پر سایہ کرے اور چوہا پا نسہ اسکے حسب دلخواہ اولٹ دے پس جو کوئی اس سے کھیلنے آتا ہے وہ بیچارہ بازی ہار جاتا ہے اور یہ بلی چوہے کی مدد سے بازی جیت لیتی ہے لیکن کسی کھلاڑی پر یہ بھید آج تک نہیں کھلا اور جو کوئی اس ارادے پر آیا اسنے داغ ندامت کا اپنی پیشانی پر کھایا تاج الملوک جب یہ بات دریافت کرچکا بازار میں گیا اور نیولے کا بچہ مول لیکر اسے آستین میں رکھ کر یہ سکھانے لگا کہ جو ہیں وہ چٹکی کی آواز پائے وہیں بچہ پلنگ کی طرح آستین سے کود کر باہر آئے جب اس طرح سیکھ سکھا کر وہ طاق ہوا تب ایک روز شہزادے نے بڑھیا سے یہ مکر پھیلایا کہ میں اب اس نوکری سے اداس ہوا ہوں اگر تو ہزار روپے سے میری مدد کرے تو تجارت کروں بڑھیا نے کوٹھری میں لے جاکر کہا کہ دیکھ بیٹا یہ روپیہ حاضر ہیں جتنا جی چاہے اتنا لے لے تب شاہزادہ ہزار روپے اس سے لیکر امیر کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میرے آشناؤں میں سے ایک شخص کا آج بیاہ ہے اگر سرکار سے ایک خلعت فدوی کو مرحمت ہو تو اس مجلس میں جائے ہم چشموں میں عزت پائے امیر نے اپنا ملبوس خاص شہزادے کو عنایت کیا اور فرمایا گھوڑوں میں سے بھی جو تیرے پسند ہو لے جا تب تاج الملوک حضور کے تماشے پر سوار ہو کر اس بسوا کے دروازے پر گیا اور گھوڑے سے اتر کر بیباکانہ قدم اندر رکھا اس ہیئت سے اسے دیکھکر اسکے منھ کا رنگ اڑ گیا گھبرائی استقبال کے لئے دوڑی آئی شاہزادے نے کہا کہ تو ایک مدت سے اس شہر میں مسافروں کی دمسانہ رہتی ہے

اور عاشق مزاجوں کی ہمراز رہتی ہے اور میں اس شہر کے والی کا خواص ہوں
کبھی مجھ سے رجوع نہیں ہوتی بہرحال لا کچھ تحفہ یاروں کے بھی نذر کرانے
شاہزادہ کو باعزاز تمام جڑاؤ کرسی پر بٹھایا اور آپ ہٹکر پیچھے بیٹھی اسمیں
شاطر فلک کج باز نے آفتاب کی سنہری نرد کو مغرب کے گھر میں چھپایا
اور فرقدان کی روپہلی گوٹوں کو تخت طلوع پر بٹھایا شہزادے نے کہا
میں نے سنا ہے کہ تجھکو تختۂ نرد کھیلنے سے بڑا اشوق ہے آ ایک بازی
کھیلیں اس مکر بائی نے پہلے تو انکار کیا آخرش شہزادے کے کہنے سے
تختۂ نرد منگوا کر بدستور قدیم بلی کے سر پر چراغ رکھا اور لاکھ روپے کی
بازی بدکر پانسا پھینک دیا پہلی بازی تو شہزادے نے جان بوجھ کے
ہار دی اور اُس نے بلی چوہے کی مدد سے جیت لی پھر دوسری بازی
رکھکر کھیلنے بیٹھے جو ایک پانسا اُس کے خاطرخواہ نہ پڑا وہیں بلی نے
سر ہلایا چوہے نے چاہا کہ پانسے کو الٹ دے تاج الملوک نے چٹکی بجائی
نیولا بچۂ پلنگ کی طرح جست کر کے آستین سے باہر نکلا چوہا تو اُس کی
صورت دیکھتے ہی کافور ہو گیا اور بلی پر بھی دہشت غالب ہوئی
چراغ سر سے پھینک کر ہوا ہوئی شاہزادے نے برہم ہو کر کہا
کہ اے عیارنی تو نے یہ کیا بکھکل نکالا ہے باوجودیکہ تیرے گھر
گوہر شب چراغ تک ہیں ایک شمعدان بھی نہیں رکھتی وہ اس گفتگو
سے نہایت خجل ہوئی غیرت سے پسینے پسینے ہوئی اُسی وقت
جڑاؤ شمعدان منگوا کر رکھا اور دونوں پھر اُسی کام میں مشغول ہوئے
کہنے والے نے یوں کہا ہے کہ شہزادے نے اُس رات میں سات کرور
روپے جیتے اتنے میں صبح صادق ہوئی تاج الملوک نے کہا کہ اب حضرت

جہاں پناہ کے تماشے کا وقت عنقریب آپہونچا ہے اگر میں اس وقت حضور اعلےٰ میں حاضر نہ ہوں گا تو موجب قباحت کا ہوگا یہ کہکر اٹھ کھڑا ہوا اور وہ روپے شام کے وعدے پر اسکے پاس چھوڑکر امیر کی خدمت میں آکر حاضر ہوا شام کے انتظار میں تمام دن جوں توں کاٹا سورج کے ڈوبتے ہی سج سجا کے ایک ایسے گھوڑے بادرفتار پر کہ جسکی جلدی کے رشک سے باد صبا بھی ہردم درم سرد بھرتی تھی سوار ہوکر اسکے گھر پر پہونچا یہ خبر سنکر اسنے چند قدم چار ناچار استقبال کیا اور شاہزادے کو بدستور کرسی پر لاکر بٹھایا کھانا کھانے کے بعد کرور روپے کی بازی بد کر کھیلنے لگے کہتے ہیں کہ اس کھلاڑن نے آدھی رات کے عرصہ میں قریب سو کرور کے جو اسکے نقد خزانہ میں تھے ہار دئے تب ششدر ہوکر شش و پنج کرنے لگی آخر اثاث البیت کی نوبت پہونچی وہ بھی تاج الملوک کے ہاتھوں ہاتھ لگا پھر اسنے کہا اب تو تیرے پاس کچھ باقی نہیں رہا اتنی رات کس شغل سے کٹے گی اب پورب پچھم کے شہزادے تونے قید کئے ہیں ان پر بھی ایک بازی کھیل اگر تو جیتے تو لاکھ روپے دوں نہیں تو انکو بھی لے لوں اور جو چاہوں سو کروں اس بات پر وہ راضی ہوئی پلک مارتے ہی شہزادے نے وہ بھی بازی جیت لی تب وہ بولی کہ اے جوان جواں بخت ایک بار اور میں اپنا نصیب آزماؤں اگرچہ یہ بازی میرے ہاتھ آئے تو اپنی سب بمعہ ہاری ہوئی تجھسے پھیر لوں نہیں تو تیری لونڈی ہوکر رہوں شہزادے کے طالع کا ستارہ آسمان ترقی پر چمک رہا تھا بات کی بات میں وہ بھی بازی جیت لی تب وہ سرو قد اٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ جوڑکر کہنے لگی کہ اے جوان خدا کی مدد سے تونے مجھے اپنی لونڈیوں میں ملایا غرضکہ جس شکار کے واسطے روے زمین کے بادشاہوں نے

تمام عمر صرف کی بخت بلند کی مدد سے اُسکو تو نے ہاتھوں ہاتھ پکڑ لیا اب یہ
تیرا گھر ہے مجکو اپنے نکاح میں لا اور باقی عمر دولت و حشمت کے ساتھ بسر کیجا
تاج الملوک نے کہا کہ یہ مجسے نہ ہوسکے گا مجھے ایک بڑی مہم در پیش ہے اگر
حق تعالی کے فضل و کرم سے میں اُسپر فتحیاب ہونگا تو البتہ تو بھی کامیاب
ہوگی اب تجھے لازم ہے کہ بارہ برس تک میرے انتظار میں نیکبختی کا لباس
پہنکر حق تعالی کی عبادت میں مشغول رہے اور اپنے کسب سے ہاتھ اُٹھائے
اُس نے کہا اے بوستان سرداری کے نونہال اب تک تیرے گلشن جوانی
کا شگوفہ نہیں پھوٹا اور بہار شباب کے چمنوں پہ صرصر پیری کا جھونکا بھی
نہیں لگا کیا لازم ہے جو تو سفر کرکے آتشکدہ محنت میں عمداً آپ کو گرائے
اور آتش سرگردانی قصر شادمانی میں قصداً لگائے مجکو بھی اس کیفیت
سے مطلع کر کہ میں بھی تیرے ساتھ جب تک میرے قالب میں جان
رہے اور وہ مہم سر نہ ہوسکی اور نہ رد کروں کہ اب مجکو تیرے بغیر یہ گھر
بندی خانہ ہے۔

بیت

اے فصیحی گھر بغیر از یار کے زندان ہے ہر در و دیوار پہ لکھ دیجئے اس بات کو

حب اُس علامہ نے اس راز سربستہ کے کھولنے میں حد سے زیادہ
مبالغہ کیا تب شاہزادے نے کہا کہ سن میرا نام تاج الملوک ہے اور زین الملوک
شرقستان کے بادشاہ کا بیٹا ہوں قضا کار میرے باپ کی آنکھیں جاتی رہیں
حکیموں اور طبیبوں نے بالاتفاق گل بکاؤلی کے سوا اور کچھ دوا تجویز نہ کی اسی روز
سے میرے چار بھائی جو چند روز سے تیری قید میں ہیں گل مذکور کی تلاش کو
نکلے ہیں میں بھی خفیہ اُنکے ساتھ تھا وہ تو تیرے مکر و فریب کے دام میں

پھنس گئے ہیں سیکڑوں حیلوں سے تجھ تک پہونچا اور غالب ہوا اب
اُسی کی تلاش میں جاتا ہوں اگر گل مقصود میرے ہاتھ آیا تو آیا نہیں تو
اُسکے پیچھے جان سے کہ میں نے اپنی جان سے ہاتھ اُٹھایا اُس نے کہا
اے شاہزادے یہ کیا خیال باطل تیرے دل میں سمایا اور اندیشہ فاسد
تیرے جی میں آیا ذرے کو کیا مجال کہ آپ کو آفتاب کی منزل تک پہونچائے
پرندے کی کیا طاقت کہ آپ کو ہمدم صبا بنائے سُن بکاؤلی پریوں کے
بادشاہ کی بیٹی ہے اُسکے باغ میں وہ گل ہے اُسکی چار دیواری کو آفتاب بھی
نظر اُٹھا کے نہیں دیکھ سکتا ہے ہزاروں دیو اُسکی نگہبانی کے واسطے چارو نظر
مستعد رہتے ہیں کسی ذی روح کو طاقت نہیں کہ بے اجازت اُن کے
وہاں تک پہونچے اور بیشمار پریاں پاسبانی کے لئے ہوا پہ مقرر ہیں
کہ کوئی پرندہ پر نہ مارے اُس کے سوا زمین پر سانپ بچھو اژدہا آٹھ پہر
چوکی دیتے ہیں کہ کوئی شخص اُس راہ سے بھی اُسکے پاس نہ پہونچ سکے اور
زمین کے نیچے جو چوہوں کا بادشاہ ہزاروں چوہوں کے ساتھ رات دن خبرداری
کرتا ہے کہ سرنگ کی راہ سے بھی کسی کی رسائی نہ ہو پہنچ تو یہ ہے چیونٹی جا سکے
کہ رینگتی ہوئی کسی حیلہ سے اُس تک پہونچے ممکن نہیں ہے اے شاہزادے
تو اس خرابی میں زنہار گرفتار نہ ہو قرآن شریف میں آیا ہے کہ نہ ڈالو تم اپنے ہاتھ
ہلاکت کی طرف اور شیخ سعدی شیرازی رح نے بھی فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔

بیت

کوئی مرتا نہیں ہے بن آئے لیک تو منھ میں اژدہے کے نہ جا

شہزادے نے کہا فی الحقیقت یہی بات ہے مگر حق تعالیٰ نے اپنی
مہربانی سے خلیل اللہ پہ آگ کو گلزار کر دیا تھا اگر میں عاشق ثابت قدم ہوں

اور میرے عشق کا جذبہ صادق ہے تو البتہ شاہد مراد کے دامن تک میرا دسترس ہوگا۔

ع کیا کر سکے ہے دشمن جو دوست مہرباں ہو + تو میرے چھوٹے سے قد پہ بجا

اگرچہ بنی آدم قوت میں دیو سے کمتر ہیں لیکن فہم و فراست سے میں زیادہ تر ہیں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر آئینہ بزرگی دی ہے میں نے آدم کو

حکایت برہمن اور شیر کی

آہ تو نے سنا ہے یا نہیں کہ کسی جنگل میں ایک روز ایک برہمن کا گذر ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر موٹی رسی سے جکڑا ہوا پنجرے میں بند ہے وہ اسکو دیکھکر نہایت غریبی سے گڑگڑانے لگا کہ اے دیوتا اگر تو میرے اس حال زار پر رحم کر اور اس قید سے مجکو نجات دے تو اس جان بخشی کے عوض ایک نہ ایک دن میں بھی تیرے کام آؤں گا برہمن سادہ لوح کا دل شیر کے بلبلانے پر بھر آیا مگر عقل کے اندھے کو یہ نہ سوجھا کہ دشمن ہے اسکی بات کا اعتبار نہ کیا چاہیئے بے تامل قفس کا دروازہ کھول کر اسکے ہاتھ پاؤں کھول دئے بند سے خلاص ہوتے ہی اس خونخوار نے اس کوتہ اندیش کو گردن سے پکڑ کر اپنی پیٹھ پر ڈال لیا اور وہاں سے چل نکلا۔

بیت

نیکی کرنی بدوں سے ایسی ہے جیسے نیکوں سے کی بدی تو نے

برہمن نے کہا اے شیر نر میں نے تجھ سے بھلائی کی نیکی کی امید پر اور تو ارادہ بدی کا رکھتا ہے

مصرع

میں نیکی سے گذرا بدی بھی نکر

شیر بولا کہ ہمارے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہے اگر میرے کہنے کا اعتبار نہ ہو تو چل کسی دوسرے سے پچھوا دوں جو وہ کہے سو صحیح اس بات پر وہ گو برگنیش راضی ہوا اُس جنگل میں بڑا پرانا برگد کا درخت تھا شیر اور برہمن اُسکے نیچے گئے شیر نے اپنی درخواست اُس سے ظاہر کی اُس نے اُسکے جواب میں کہا شیر سچ کہتا ہے اسوقت میں نیکی کا بدلہ بدی کے سوا اور کچھ نہیں اے برہمن سن کہ میں برسرراہ ایک پاؤں سے کھڑا ہوں اور سب چھوٹے بڑے مسافروں پر سایہ کرتا ہوں لیکن جو مسافر گرمی کا مارا ہوا میرے سایہ میں آکر دم لیتا ہے بیٹھ کر ہوا کھاتا ہے وہ چلتے وقت اپنے سر پر سایہ کرنے کو میری ڈالی توڑ لے جاتا ہے کوئی میری شاخ کی لاٹھی بناتا ہے کہ بھلائی کا عوض برائی ہے یا نہیں شیر نے کہا کہو اب دیوتا کیا کہتے ہو اُسنے کہا کسی اور سے بھی پوچھ شیر نے چند قدم آگے جاکر راستے سے اس بات کو پوچھا اُس نے کہا شیر سچا ہے سنو مشرجی مسافر مجھے بھولکر ادھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے جب میں اُسسے ملتا ہوں تب وہ بآرام تمام اپنی منزل مقصود کو پہونچتا ہے لیکن اسکے بدلے وہ میری چھاتی پر پیشاب کرتا ہے جا ضرور بھی پھرتا ہے برہمن بولا تیسرے سے اور بھی دریافت کر پھر جو تیری رضامندی ہووے بہتر ہے شیر آگے بڑھا سامنے سے ایک گیدڑ ٹیلے پر بیٹھا نظر آیا اُسنے ارادہ بھاگنے کا کیا شیر نے للکارا کہ اے گیدڑ تو کچھ اندیشہ نہ کر ہم ایک بات تیرے پاس پوچھنے آتے ہیں تب وہ بولا کہ حضرت کو جو کچھ ارشاد کرنا ہے دور سے فرمایئے کہ خود بدولت کے رعب سے اس عاجز کا طائر ہوش وحواس اُڑا جاتا ہے شیر نے کہا کہ اس برہمن نے مجھسے نیکی کی اور میں اس سے ارادہ بدی کا رکھتا ہوں تو کہہ

اس مقدمہ میں کیا کہتا ہے گیدڑ نے عرض کی یہ بات جو آپ ارشاد کرتے
ہیں اس خاکسار کے خیال میں نہیں آتی آدمی کی کیا مجال جو قوی ہیکل جانوروں
کے شاہنشاہ سے کہ جیکے روبرو انسان پشہ سے بدتر ہے کچھ نیکی کر سکے مجکو
اس بات کا ہرگز اعتماد نہیں آتا جب تک کہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں
شیر نے کہا آہم دکھا دیں پھر شیر برہمن کو لئے آگے آگے اور گیدڑ آہستہ آہستہ
پیچھے پیچھے روانہ ہوا ایک آن میں پنجرے کے پاس تینوں آکر پہونچے برہمن
نے کہا اے گیدڑ شیر اسی پنجرہ میں بند تھا میں نے خلاص کیا کہ تیرا کیا
فتوی ہے گیدڑ بولا کہ اتنا بڑا شیر اس چھوٹے سے پنجرے میں کیونکر تھا
اب میرے روبرو پھر اس میں جائے اور جس طرح اسکے ہاتھ پانوں بندھے
تھے اسی صورت سے باندھ کے پھر تو کھولے تو میں جانوں شیر اندر گیا اور
برہمن اسکے ہاتھ پانوں باندھنے لگا گیدڑ نے کہا اگر آگے سے اسکے باندھنے
میں کچھ بھی فرق کریگا تو باللہ میں ہرگز اس بات کا جواب نہ دے سکوں گا
اس نے گیدڑ کے کہنے سے شیر کو خوب مضبوط باندھا اور پنجرہ کا دروازہ
بند کر کے کہا اے گیدڑ دیکھ اس طرح یہ گرفتار تھا جو میں نے کھولا گیدڑ
بولا پتھر پڑیں تیری عقل پر اے نادان ایسے دشمن قوی سے نیکی کرنی اپنے
پانوں میں کلھاڑی مارنی ہے تجھے کیا ضرور کہ دشمن کو قید سے چھڑا اسے
جا اپنی راہ لے دشمن تیرا مغلوب ہوا آے عزیز سچ ہے جو کوئی بیصبری
اور فریاد اپنے نفس کی جو مثل شیر جسم کے پنجرہ میں بند ہے سنے اور
اسکے حال پر رحم کر کے صبر و توکل کی رسی اسکے ہاتھ پانوں سے بیجا کھولدے
تو بہر صورت آپکو اسکا لقمہ بنائے مگر خضر رہنما کی دستگیری سے بچے تو بچے
اے بلسوا یہ ذکر اس واسطے میں نے کیا جو تو جانے کہ طاقت جسمانی قوت

روحانی پر زیادتی نہیں رکھتی اب تجھے یہ لازم ہے کہ پورب پچھم کے شاہزادوں کو جو تو نے اپنے مکر و فریب سے قید کیا ہے چھوڑ دے حق تعالیٰ تجھکو بھی دوزخ کی قید سے نجات دیگا لیکن اپنے بھائیوں کے واسطے بہت تقید سے کہا کہ جب تک خدا مجھے پھر یہاں لائے اِنکی حفاظت قرار واقعی کیجیو یہ کہکر رخصت چاہی تب اُسنے با چشم خونبار یہ چند اشعار پڑھے۔

اشعار

آتشِ سوزاں میں توا ے شوخ بے پروا نجا | نقدِ جانِ بیکساں کو چھوڑ کر تنہا نجا
تشنہ لب اے ابرنیساں اس صدف کو چھوڑ کر | جانبِ دریا نہ ظالم اس قدر دوڑا نجا
چل رہی ہے چارسو باد حوادث تیز و تند | کلبۂ احزاں سے تو اے شادی دلہا نجا
تو نہیں واقف ہے حیلہ سے زمانے کے ابھی | یوسفِ دوراں یہ زنداں ہے تو پھر آ نجا
جسمیں تو جاتا ہے وہ ہے بحرِ ناپیدا کنار | مان میری بات کو ظالم یہیں رہجا نجا
حشر میں پروانہ کو ظالم تو کیا دیگا جواب | چھوڑ کر اُنکو کہیں اے شمع نورا فزا نجا

آسے عزیز تو نے معلوم کیا کہ یہ میں نے کیا کہا اس بات کا حاصل یہ ہے کہ دل عرش منزل تیرا جو رونق بخش تخت بادشاہی کا اور دیکھنے والا ماوے اور مجرد کا تھا جب اُسکی آنکھ اس خلقت ناپاک پر پڑی اُسکی بصارت کو زنگ لگا اور دیدۂ روشن تاریک ہوگیا اب اُٹھ اور سرمۂ بینائی ڈھونڈ یعنی گل مراد کی تلاش میں کوشش کر لیکن راہ میں دنیائے عیارہ کی بازی میں کہ تختۂ فریب کا دھرا ہوا ہے مشغول نہ ہو نا مبادا وہ فاحشہ پہلے تجکو فریفتہ کر کے بتا دے اور بعد اُس کے مکر کی بلی اور فریب کے چوہے کی مدد سے اچھا پانسا اپنے حسب مرضی پھینکے اور اچانک تیرے توکل کا سرمایہ آخر ہو جائے تب تجکو

دائم الحبس کر رکھے اگر تو صبر کے نیولے کی اعانت سے اس مکارہ کی بازی طلسم کو
درہم کر دے تو وہ فاحشہ جو بادشاہوں اور گردن کشوں کی ہمنشین ہے تیری
فرمانبردار لونڈی ہو کر چاہے کہ تجکو اپنے حسن و جمال پر لبھالے پھر اگر تو اس کے
منھ پر الفت سے نگاہ نہ کرے تو یقین ہے کہ گل مراد کے دامن تک تیرا
دسترس ہو۔

چوتھی داستان تاج الملوک کے پہونچنے کی بکاؤلی کی سرزمین میں دیو کی مدد سے

راوی شیریں زبان یہ داستان یوں بیان کرتا ہے کہ تاج الملوک
نے ٹھاٹھ قلندرانہ کیا اور چہرے پہ راکھ مل پھر خدا کا نام لیکر چل نکلا بعد
کئی روز کے ایک ایسے وادی پرخار میں کہ جسکی انتہا نہ تھی تاریکی سے
ہرگز دن رات میں فرق معلوم نہ ہوتا تھا سپیدی اور سیاہی میں ذرا بھی
امتیاز نہ کیا جاتا تھا وہاں جاکے وارد ہوا اور اپنے دل کو ڈھارس دے کہنے لگا
کہ اے عزیز یہ پہلی ہی بحر مصیبت کی لہر ہے تجکو تو ابھی سارا دریا کا دریا تیرنا ہے
ہمت کی کمر چست باندھ اور سمندر کے مانند آپ کو آتشکدہ میں ڈال دیکھ تو
خدا کیا کرتا ہے۔

بیت

غواص کرے خوف جو گھڑیالوں سے ۔۔۔ تو ایک بھی موتی نہ لگے ہاتھ اسکے

یہہ سوچکر آخرش اس صحرا میں جا نکلا جو قدم پڑتا تھا کانٹا گڑتا تھا

ہر گام پہ آہ و نالہ کرتا تھا غرض اُس دشت پرُخار میں جو جاہلوں کے دل سے
تاریک تر تھا درندوں کا مسکن پرُخطر تھا اگر ایک دم وہاں آفتاب آ سئے تو
اپنا نور کھو جاسے ہر طرف اژدہے بھوکے پیاسے مُنھ کھولے پڑے تھے گویا
خالی گھروں کے دروازے چھالوں کے سوا نہ کہیں دانہ پھپھولوں کے سوا
نہ کوئی آبشار مدت تک شاہزادہ دلہنے بائیں چاروں طرف دوڑتا پھرا
جھاڑیوں کی رگڑوں سے بدن چھل گیا ہر ایک عضو سے لہو ٹپکنے لگا یہاں تک کہ
پھول سے تلوے اُسکے ببول کے کانٹوں سے چھد گئے کہتے ہیں کہ شاہزادے
نے ایسی مصیبت اور محنت اُٹھاکر بارے اُس جنگل کو طے کیا اور لاکھوں
سجدے شکر الٰہی کے بجا لاکر آگے بڑھا سامنے سے ایک دیو پہاڑ سا بیٹھا
نظر آیا اور وہ سمجھا یہ پہاڑ ہے جب نزدیک پہونچا دفعتاً اُس ظالم نے اپنے
سر کو بلند کیا ہمسر فلک ہو گیا اور مارے خوشی کے گرج کر بولا کہ تصدق جاؤں
میں اپنے رزاق کے اور قربان ہوں اُس خالق کے کہ جسنے ایسا لقمۂ لطیف
مجھ دیو کثیف کے واسطے گھر بیٹھے بھیجا یہ کہکر شہزادے سے مخاطب ہو کر
بولا کہ اس ایام جوانی میں تجھے کس نے عروس اجل کا مشتاق کیا اور حلاوت
زندگانی کو تجھپر شاق کیا جو تو شہر حیات کو چھوڑ کر اپنے خواہش سے ویرانۂ موت
میں آیا شہزادہ اُسکی ہیبت سے تھرایا چہرے کا رنگ پتنگ سا اُڑ گیا منھ پر
ہوائیاں چھوٹنے لگیں کہا اے دیو تو میرا حال کیا پوچھتا ہے کہ زندگانی اس
دنیاے فانی کی مجھپر وبال ہوئی ہے اگر مجھے اپنی جان عزیز ہوتی تو میں ہرگز
آپ کو موت کے پنجے میں نہ ڈالتا اور تجھسے خونخوار کے دام میں گرفتار نہ ہوتا
اب مجھکو زندگانی کی صعوبت سے چھڑا اور بلا توقف میرا کام تمام کر کہ ایک ساعت
کی زیست مجھپر سو برس کی مشقت کے برابر ہے۔

بیت

کٹے خوشی سے تو ہے زیست خضر کی تھوڑی + نہیں تو نیم نفس بھی بہت ہے جینے کو

دیو کو اسکی درد انگیز باتوں پر رحم آیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر یہ بات زبان پر لایا کہ اے آدم زاد میں تجھے ہرگز رنجیدہ خاطر نہ کرونگا اور نہ سر مو تصدیعہ نہ دونگا بلکہ اپنی پناہ میں رکھکر جس مطلب کے واسطے نکلا ہے اُس میں کوشش اور مدد کرونگا پس ہر روز دیو شاہزادہ پر شفقت زیادہ کرتا اور بار بار دلاسا دیا کرتا تاج الملوک میٹھی میٹھی باتیں کر کے اُس سے شیر و شکر کے مانند مل گیا اور چاپلوسی اور تملق سے اُسکو محبت کے شیشہ میں اوتارا القصہ ایک روز دیو نے مہربان ہوکر کہا تیری غذا کیا ہے میں لاؤں تاج الملوک نے عرض کی آدمیوں کی غذا شکر گھی مائدہ گوشت وغیرہ یہی چیزیں ہیں یہ سنتے ہی دیو اُٹھ دوڑا اور ایسے قافلہ پر پہونچا کہ جسکے لوگ شکر اور گھی اور میدا اونٹوں پر لادے ہوے کہیں لئے جاتے تھے وہ لدے لدائے اونٹ اُٹھا کر شاہزادے کے آگے لے آیا کہا اپنی خورش لے اور اسمیں سے کچھ کھا تاج الملوک نے اونٹوں پر سے وہ سب اوتار لیا اور اُنھیں جنگل میں چھوڑ دیا پھر ہر روز اپنے کھانے کے موافق کچی پکی روٹی پکا کر کھانے لگا اسی طرح چند روز گذرے ایک دن شاہزادے نے کئی من میدا لے کر اسمیں گھی شکر ملا کر بڑی بڑی پتھر کی چٹانوں پر ڈال کے ہاتھ پاؤں سے خوب روند کر گوندھا پھر اِدھر اُدھر سے سوکھی لکڑیاں جمع کر کے روغنی روٹ سینک سانک تیار کئے اور ایک اونٹ کے کباب بھی خوب نمکین بھونے دیو نے دیکھکر پوچھا کہ آج تو نے کیوں اتنی تکلیف اُٹھائی اور کس واسطے

فصولی پر کمر باندھی تاج الملوک نے کہا یہ سب تمھارے لئے ہے تا کہ تم
بھی ایک نوالہ اس میں سے کھا کر آدمیوں کے کھانے کی لذت دریافت
کرو دیو نے ایکبارگی سب کا سب اٹھا کر منھ میں ڈال لیا ازبسکہ اسطرح
کے کھانے کی اسنے کبھی لذت نہ چکھی تھی مارے خوشی کے اچھل اچھل کر
کھاتا تھا اور بار بار شاباش کہکر تعریف کرتا تھا اور کہتا تھا اے آدمی زاد
تو نے مجھے ایسی چیز کھلائی کہ میرے باپ دادے نے بھی کبھی نہ کھائی ہوگی
بلکہ آج تک کسی دیو نے ایسے کھانے کی لذت نہ پائی ہوگی اس روٹی کے
ٹکڑے کا احسان میں ابد تک مانونگا اور دل سے تیرا ممنون رہونگا شاہزادے
نے جو اسکی رغبت دیکھی تو ہر روز نئے قسم کی روٹی اور کباب تیار کر کے
کھلاتا دیو نہایت محظوظ اور خوش ہوتا یہانتک کہ ایک روز خود بخود کہنے لگا
اے آدم زاد تو ہر روز اس لقمۂ لذیذ سے مجھے ایسا خرسند رکھتا ہے کہ اگر
میرے بدن پر ہر روئیں کی جگہ زبان پیدا ہو اور ہر زبان سے شکر تیرے
احسان کا ادا کروں تو بھی نہو سکے لیکن اب تک تیرا کوئی کام میرے ہاتھ
سے نہیں نکلا اگر کچھ مطلب ہو تو بیان کر تاج الملوک نے عرض کی کہ میں نے
سُنا ہے دیوؤں کا مزاج اکثر جھوٹ کی طرف راغب ہوتا ہے اور اپنی بات
پر قائم نہیں رہتے اگر تم حضرت سلیمان کی قسم کھاؤ تو میں اپنا راز تم سے ظاہر کروں تب دیو بولا
کہ میں اس بزرگ قسم سے ڈرتا ہوں خدا جانے کیا کہے اگر وہ مجھسے نہو سکے تو مرنا پڑے آخرش چار
ناچار قسم کھائی اور پوچھا کہو کیا مطلب ہے تاج الملوک نے کہا کہ ایک مدت سے مجکو
ملک بکاؤلی کی سیر کا سودا ہوا ہے اُس سرزمین میں پہونچا دے یہی
میری آرزو ہے یہ بات سنتے ہی اُس نے ایک دم سرد سینہ سے کھینچا
اور دو پتھر اپنے سر پر مار کر بیہوش ہو گیا بعد ایک رات کے ہوش میں جو آیا

ہائے ہائے کرنے لگا اور ماتم زدوں کی صورت بناکر بولا اے آدم زاد
حق تعالیٰ نے تیری اجل کا سر رشتہ میرے ہاتھ میں نہ دیا
بلکہ میری حیات کی باگ تیرے ہاتھ میں دی حسن بکاؤلی پریوں کے
بادشاہ کی بیٹی ہے اٹھارہ ہزار دیو بلکہ اس سے بھی زیادہ اُسکے باپ
کے غلام ہیں وہ ہر طرف اُسکے ملک کی پاسبانی کرتے ہیں تو ایک طرف
وہاں کے خاص چوکیدار جو اُس ملک سے نزدیک ہیں اُنھوں نے بھی
اُس شہر کی چار دیواری کو نہ دیکھا ہوگا کسی ذی حیات کی کیا طاقت
بلکہ صرصر بھی اُن دیوؤں کی اجازت کے بغیر جو برس روز کی راہ تک نگہبان
ہیں ممکن نہیں کہ پہونچ سکے اور پریاں بیشمار دن رات نگہبانی میں مشغول
ہیں کہ کوئی پرندہ اُس سرحد میں پر نہ مارے اور زمین کے نیچے چوہوں کا
بادشاہ بے انتہا فوج سے اور سانپ بچھوؤں کا لشکر زمین پر حفاظت
کے واسطے مقرر ہے تا کوئی سرنگ لگا کر بھی نہ پہونچے
بھلا پھر میں تجھے وہاں کیونکر پہونچاؤں اور جو نہ پہونچا تو یقین ہے کہ بسبب
اس قسم کے جان سے جاؤں اب تو ایک کام کر کہ آج پھر اسی طرح سے
کھانا پکا دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہو اور میری کوشش کے ہاتھوں
کیا بن پڑے تاج الملوک نے وہی کیا جب کھانا دیو نے طیار دیکھا
چنگھاڑا فوراً شمال کی طرف سے ایک اور دیو پہاڑ سا پہونچا اور دونوں
دست بوسی کرکے بیٹھ گئے پھر تاج الملوک پر دوسری دیو کی نظر پڑی
شاہزادے نے فی الحال جھک کر سلام کیا اُسکے سلام کرنے سے دیو نے
حیران ہوکر صاحب خانہ سے پوچھا کہ اے بھائی یہ مقام تعجب کا ہے
اب تک کسی نے نہ دیکھا نہ سنا ہوگا کہ دیو اور آدمی سے موافقت ہو

اور دونوں ایک جگہ ہمنشین رہیں اسکے یہاں رہنے کا کیا باعث ہے
دیو نے کہا اے بھائی اس آدم زاد نے مجکو نہایت ممنون کیا ہے مجھے
کسی طرح اس سے بدی کرنی منظور نہیں اور تجکو اسی واسطے بلایا ہے
کہ تو بھی اسکے ہنر سے واقف ہو یہ کہکر صاحب خانہ نے سامان مہمانی کا
لا مہمان کے آگے رکھا وہ دیو اس لقمۂ شیریں کو منھ میں ڈالتے ہی نہایت
متلذذ ہو کر خوشی کے مارے ناچنے لگا آخر کھاپی کر مہمان نے کہا کہو بھائی
تم سے بھی آج تک اس آدمی کا کچھ کام ہوا یا نہیں گھر کے مالک نے
جواب دیا کہ یہ شخص ایسے کام کے واسطے تکلیف دیتا ہے کہ میرے حد امکان
سے باہر اور سعی اور تردد کے احاطے سے خارج ہے اگر تو مہربانی کرے
تو شاید یہ کامیاب ہو پھر اسنے پوچھا کہ یار ایسی کون سی بات ہے جو تم
اس میں عاجز ہو میزبان نے کہا کہ اسکو سہرہ ملک بکاؤلی کی خواہش سے ہے
مہمان بولا ۔

جو جان بوجھ کے پوچھے تو پھر خطا ہے سوال

صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے حضرت سلیمانؑ کی قسم کھائی ہے مگر
مگر تو تو جو کرسکے اسکو شاہد مراد سے ملائے تو فی الحقیقت میری جان بخشی کرے
القصہ اس دیو کی بہن حمالہ نام اٹھارہ ہزار دیو جو بکاؤلی کے ملک خاص
کے چوکیدار تھے وہ انکی سردار تھی اسکو ایک خط اس مضمون کا لکھا
کہ اے خواہر عزیز مجکو ان دنوں میں ایک سفر ایسا درپیش ہوا ہے کہ بغیر اسکے
کسی صورت سے مجھے رہائی نہیں اور ایک مدت سے میں نے ایک آدمزاد
کو جائے فرزند پرورش کیا ہے اب میرے جانے کے بعد گھر خالی رہیگا
بہر صورت جائے خوف و خطر ہے اس واسطے اس نور دیدہ کو تمھاری

خدمت میں روانہ کیا چاہیئے کہ اسکے حال پر شفقت کی نظر رکھو کسی طرح سے
یہ تصدیع نہ اُٹھائے والسلام اور قاصد کے ہاتھ میں دیا پھر تاج الملوک
کی طرف منہ پھیر کر اشارہ کیا کہ اسکے ساتھ جا میں نے تو کمند سعی اور تردد
اپنے بازو کے زور سے میدان مطلب میں پھینکی اگر تیرا چوگان بخت مدد کرے
تو شاید اپنے مطلب کو پہونچے یہ کہکر قاصد کے بائیں ہاتھ پر بیٹھا دیا
آسنے داہنے ہاتھ کا سایہ کیا اور راستہ پکڑا بہ خیریت تمام منزل مقصود
میں جا پہونچا اور دور سے جمالہ کو سلام کرکے شاہزادے کو نامے سمیت
حوالے کیا وہ دیکھکر نہایت خوشی سے مانند غنچہ کے کھل گئی۔

بیت

سماتی تھی نہ اپنے پیرہن میں — خوشی سے روح پھولے تھی بدن میں

الغرض قاصد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اگر بھائی مجکو شرخ گنبد ہفت
کی کان بھیجتا یا انگوٹھی حضرت سلیمانؑ کی تو بھی اتنا خوش نہ ہوتی جیسا کہ
اس کے آنے سے ہوئی اسکے بعد خط کا لفافہ کھولکر اُسکا احوال دریافت
کرکے جواب لکھا اے برادر مجکو ایک دن بستی کی سیر کا اتفاق ہوا تھا
وہاں ایک بادشاہ کی بیٹی نہایت خوب صورت لاثانی میرے ہاتھ لگی
اُسکو بیٹی کی طرح میں نے پرورش کیا محمودہ نام رکھا اب وہ چودہ برس کی
چودھویں رات کے چاند سی ہوئی کارساز نے اُسکا جوڑا اس تقریب
سے بھیجا الحمد للہ کہ یہ بات خاطر خواہ بن پڑی زیادہ شوق ملاقات
والسلام اور خط دیکے نامہ بر کو رخصت کیا پھر محمودہ کو تاج الملوک
کے ساتھ بیاہ دیا اے عزیز روشنی چشم ظاہر بیں کی سات پردوں میں
ہے اور تجلی باری تعالیٰ کی کہ نور دیدۂ اولیا ہے ستر ہزار پردے میں ہے

اگر بیدار ہو کہ وہ پردے درمیان سے اٹھیں تو پہلے اس بڑے نگہبان دیونفس کا حجاب بیچ سے اٹھا کر اسکو بس میں کر کہ وہ لعین اپنی کجروی چھوڑ کر محمودہ کے مقام میں پہونچا دے لیکن یہ بات یاد رکھ اگر دیو سے الٹا کیجئے تو سیدھا پڑے۔

پانچویں داستان تاج الملوک کے پہونچنے کی بکاؤلی کے باغ میں اور لینا گل کا اور عاشق ہوتا بکاؤلی پر

القصہ تاج الملوک چند مدت محمودہ کی صحبت میں رہا لیکن اُس غنچہ دہن کا دل اُسکی باتوں سے نہ کھلا اُس گل کے پاس شگفتہ ہو کر نہ بیٹھا ایک رات محمودہ نے شاہزادے سے کہا اے مایہ نشاط شاید آدمیوں کی یہی وضع ہے جو رات کو اپنی ہمخوابہ کے گلے لگ کر نہ سوئیں الگ پڑے رہیں بوس وکنار نہ کریں اور صبح کو جلسے کے تئیں آٹھ کھڑے ہوں تاج الملوک بولا کہ عیش وعشرت انسان میں اس سے بھی کچھ زیادہ ہے مگر کسی کھٹے میٹھے کو جی نہیں چاہتا بلکہ جان شیریں بھی تلخ ہے کیونکہ ایک بڑی مہم درپیش ہے اور میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک وہ سرانجام ہو دنیا کی تمام لذتوں کو حرام سمجھوں کسی سے اختلاط نہ کروں محمودہ بولی وہ کیا ہے بیان کر کہا کہ میں مالک بکاؤلی کے دیکھنے کی خواہش رکھتا ہوں محمودہ نے جواب دیا خاطر جمع رکھو انشاء اللہ تعالیٰ کل رشتۂ امید کی گرہ ناخن تدبیر سے کھولوںگی

اور وہ ملک تجھے دکھاؤنگی خیر وہ رات جوں توں گذری جب مہتاب چھپا اور آفتاب نکلا حمالہ دونوں کو خوابگاہ سے باہر لائی اور اپنے داہنے بائیں زانووں پر بٹھا کر شفقت اور الطاف مادرانہ کرنے لگی محمودہ بھی سرو قد اٹھکر آداب بجالائی اور عرض کی اے اماجان میں کچھ گذارش کیا چاہتی ہوں اگر قبول ہو تو کروں حمالہ نے سر و آنکھیں چوم کر کہا کہ بے تکلف کہو محمودہ بولی کہ یہ ملک بکاؤلی کے دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس طرح تم سے ہو سکے ان کو وہاں پہونچاؤ حمالہ نے چند در چند حیلے اور عذر کئے آخرش دیکھا کہ لڑکی کسی طرح اسکا خیال نہیں چھوڑتی ناچار قبول کیا اور چوہوں کے بادشاہ کو بلا کر فرمایا کہ اسی وقت یہاں سے بکاؤلی کے باغ تک سرنگ کھود کر اس شہزادے کو کہ میری حیات کا سرمایہ ہے اپنی گردن پر سوار کرکے اس باغ میں پہونچا مگر خبردار سر مو اسے آسیب نہ پہونچے ہرگز اپنی گردن سے نیچے نہ اوترنے دیجیو اسنے بموجب حکم کے ویسا ہی کیا باغ میں پہونچکر شاہزادے نے آہستہ آہستہ چاہا کہ اوتر کر آپسمیں جائے چوہے نے نہ چھوڑا اور ارادہ پھرنے کا کیا تاج الملوک بولا کہ اگر تو مجھے اس باغ کی سیر کو جانے دے تو تو بہتر نہیں تو میں آپ کو ابھی ہلاک کرتا ہوں چوہا ڈرا کہ اگر یہ اپنی جان پر کھیل جائے گا تو میں بھی حمالہ کے ہاتھ سے نہ بچونگا ناچار جانے دیا تاج الملوک جاکر دیکھتا کیا ہے کہ سونے کی زمین پر زر خالص کی چار دیواری میں لعل بدخشانی اور عقیق یمنی نیچے سے اوپر تک جڑے ہیں زمرد کے چمنوں کے آس پاس فیروزے

کی نہریں گلاب سے معمور جنکو دیکھ کر خدائی نظر آئے جاری ہیں
سبحان اللہ کیا سہانا باغ ہے کہ دیکھنے والوں کے منھ پہ جسکے
چمن کی سیر سے شفق پھولی ہوئی نظر آئے اور پھولوں کے رنگ
کی سرخی سے گل سرخ آفتاب کا شرمندگی کے مارے پسینے میں
ڈوب جائے وہاں کے انگور کا خوشہ زمرد میں عقدۂ پروین کا رشک بڑھاتا
ہے اور سنبل کا عالم ہر ایک زہرہ جبین کے گھونگر والے بالوں
کو پیچ و تاب میں لاتا ہے اگر اسکے گلزار کی شبنم کا ایک قطرہ سمندر
میں پہونچے تو مچھلیوں میں گلاب کی بو آنے لگے جو وہاں کے پرندوں
کی صدا آسمان کے کان میں پڑے تو پھرنے سے باز رہے اور اگر
زہرہ سنے تو فی الفور وجد میں آکر ناچتی ہوئی ماہتاب کی طرف سمت
زمین پہ گر پڑے معشوقوں کی قدوں سے وہاں کے عناب رنگین تر
اور سرگردانی میں قامت خوبان سے کہیں بہتر اسکے ایوان کی شمع
کا اگر مرغ زریں فلک پروانہ ہو تو بجا ہے اور مہتاب اسکی صفائی
پہ دیوانہ ہو تو روا ہے طرفہ تر یہ کہ لعل کے درختوں میں موتیوں
کے گچھے ایسے درخشاں ہیں جیسے خورشید کے شجر میں ستاروں کے
خوشے آویزاں گلاب کے جڑاؤ حوضوں پہ زمرد کی ڈالیاں ہوا سے
جھک جھک گریں اور اٹھیں گوہر شب چراغ کی آن میں تیرتی پھریں
شہزادہ یہ رنگ ڈھنگ دیکھتا بھالتا قدم بڑھائے چلا جاتا
تھا کہ ایک دالان صرف یاقوت کا اور اسکے سامنے زبرجد کا
اور بیچ میں اسکے ایک حوض مرصع پاکیزہ گلاب سے بھرا ہوا
اسکے اطراف کے ناندوں میں جواہر نوش آب کے گٹے دیے ہوئے

اور اُس میں ایک پھول نہایت لطیف و نازک خوشبودار کھلا ہوا
نظر آیا تاج الملوک نے اپنے ذہن کی رسائی سے دریافت کیا کہ ہو نہو
گل بکاؤلی یہی ہے فوراً کپڑے اوتار کر حوض میں کودا اور گل مقصود
کو لے کر کنارے پر آیا پوشاک پہنی اور اُسکو کمر میں باندھ لیا پھر
محل کی سیر کو متوجہ ہوا آگے بڑھتے ہی ایک قصر عقیق یمانی کا نظر آیا
دروازے اُسکے ہم پہلوے آسمان نئے طور کے تختے اُسکے ہر ایوان
کی چمک کے آگے دھوپ پھیکی اور چاندنی دھندلی پر پردا لٹے
کے مانند شوق کے بال و پر کھولے ہوئے اُسکے اندر بیدھڑک
چلا آیا ہر ایک دالان نہایت خوش اسلوب عقیق اُسکا بہت خوب
اُسکی ساخت کے نئے آئین اور خوش قطع ہر ایک شہ نشین نظر
پڑے پردے اُسکے کارچوبی جا بجا سلمے کی بیل ستاروں کے بوٹے
پر سب کے سب چھوٹے ہوئے تھے شہزادہ اُس میں بھی در آیا
تو ہکا بکا سا کھڑا رہ گیا ایک جڑاؤ پلنگ پر ایک پری نازنین
دبلی پتلی مست خواب بیحجاب نظر آئی بال بکھرے ہوئے کاجل
پھیلا ہوا انگیا مسکی ہوئی کرتی مسکی ہوئی پائجامہ چڑھا ہوا لچھا ازاربند کا
لٹکا ہوا ناز سے ہاتھ ماتھے پر رکھے ہوئے جوانی کی نیند میں بیخبر
سوتی ہے اُسکے رخسار آتشناک سے زمین و آسمان نورانی آئینہ
مہر و ماہ کو ہمیشہ حیرانی اور اُسکی چشم سیہ مست سے نرگس کو مدام
پشیمانی لب نازک کے رشک سے لالہ خون میں غلطاں اور ابرو
کی چاہ سے ہلال زار و ناتواں معلم بہار اُسکے غنچہ دہن سے کوئی حرف
نہ سنتے تو اطفال شگوفہ کو بولنے کا سبق نہ دے سکتے اگر زنگی شب

اُس کی زلف مشکیں کے سایہ میں نہ آئے تو آفتاب کی تیغ شعاع سے مارا جائے۔

اشعار

سرو قد گلعذار عنبر بو شکریں لب عزیز دل مہرو
کہیں پردے سے گروہ باہر آئے چاند سورج کی جوت یکسر جائے
سلک دنداں سے گر خبر پاتا تو ثریا کو پردہ ہی بھاتا
وصف کرتا ہے کیا تو اس گل کا اُسکی بلبل کو اس چمن میں لا

تاج الملوک دیکھتے ہی بیخود ہو کر گر پڑا ایک ساعت کے بعد جو آپ میں آیا آپ کو سنبھال کر جوں توں اُسکے سرھانے تک پہونچا اور ایک دم سرد دل پر درد سے بھر کر یہ اشعار پڑھے۔

اشعار

جب اُٹھا کر نقاب ہو تو عیاں کھینچے شرمندگی مہ تاباں
تیرے گیسوے مشک فام میں یار لیلۃ القدر رہتی ہے پنہاں
مست ہر دم شراب حسن سے ہے کسکی پروا ہو اے مہ تاباں
ہمپہ کیا کیا گذر گیا لیکن نہوئی کچھ خبر تجھے جاناں

القصہ شاہزادے نے اپنے دل میں تجویز کیا کہ یہاں اپنے آنے کی نشانی کچھ چھوڑ جایا چاہیئے اُس پری کی انگوٹھی باہستگی و بہ نرمی اتار لی اور اپنی پہنا دی پھر آنکھیں پھیر کر یہ شعر پڑھتا ہوا وہاں سے چلا۔

اشعار

لالہ ساں اس باغ سے ہم داغ ہجراں لے چلے

خاک سر پہ داغ دل پر سینہ بہ یاں لے چلے
باغ دنیا میں نہ ہوگا کوئی ہمسا بے نصیب
آئے ایسے باغ میں اور خالی داماں لے چلے

آخر حالت خواب میں اس سے وداع ہوا اور سرنگ کی راہ سے چوہے پر سوار ہو کر اپنے مکان میں آپہونچا حمالہ کہ انتظار میں رو نی صورت بنائے خون جگر آنکھوں میں بھرے بیٹھی تھی اسکے پہونچنے سے اسکا غنچۂ خاطر کھل گیا دن ہنسی خوشی سے کٹا اتنے میں عروس روز نے شفق کے گھونگھٹ میں اپنا منھ چھپایا اور محبوبۂ شام نے طرۂ مشکفام دکھایا تاج الملوک اپنی امنگ سے رنگ محل میں گیا اور اس رات محمودہ سے ہمکلام و ہمکنار ہوا بلکہ اسی طرح چند روز عیش و عشرت میں کاٹے۔

چھٹی داستان تاج الملوک اور محمودہ کے رخصت ہونیمیں حمالہ سے اور دلبر کے پاس پہونچنا

کہتے ہیں ایک رات تاج الملوک محمودہ سے خلوت میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا اے مایۂ عیش و شادمانی اگرچہ اس جگہہ سب طرح کی خوشی ہے اور کسی صورت کا رنج نہیں ہر وقت جو اسباب نشاط چاہیئے وہ موجود ہے لیکن کب تک ہم وطن و ہم جنسوں سے دور رہیئے اور کہاں تک دوستوں کی جدائی کا غم سہئے کچھ ایسی تدبیر کیا چاہیئے کہ اس مجلس ناجنس سے رہائی پایئے

اور دشمنوں کے پنجے سے چھوٹ جایئے۔

شعر

ہے عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی بہار   ورنہ کیا فائدہ ہے خضر سا تنہا رہنا

محمودہ نے کہا کہ خاطر جمع رکھو کل رخصت ہوگی جب عطار گردوں نے مشک تا تار شب سے شیشہ ماہ بھر کر طاق مغرب میں دھرا اور خوان زریں آفتاب کا دکان مشرق پر رکھ کا فور صبح سے بھرا حمالہ نے دو بھاری بھاری خلعت اور کئی خوان میوے کے تیار کرکے دونوں کو خوابگاہ سے باہر نکالا پھر خلعت پہنا کر اور میوہ کھلا کر داہنے بائیں زانو پر بٹھا لیا اور سر منہ چومنے لگی اس اشفاق پر بھی دونوں کا غنچہ خاطر نہ کھلا تب بولی اے دختر با تمیز و اے داماد عزیز جو تمنا تمہارے دل میں ہو سو کہو آسمان کے تارے بھی مانگو گے تو آتار لاؤنگی محمودہ نے اٹھکر عرض کی کہ تمہاری توجہات اور عنایات سے کوئی آرزو ہمارے دل میں باقی نہیں اگرچہ تمہاری آتش جدائی بھی چمن عشرت کو جلائے گی اور تمہاری مجلس سے جانا گویا جان کی رخصت ہے لیکن ہر ساعت ہم جنسوں کا شعلہ فراق میرے سینے میں بھڑکتا ہے آسکے دل و جگر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ہے اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہم جنسوں کی صحبت میں جاؤں اور آنکے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤں۔

مصرعہ

کہیں رہوں میں پرستار ہوں مگر تیری

حمالہ نے اس بات کے سنتے ہی ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کہ
میں نے اس واسطے تجھے پرورش کیا تھا کہ اپنی آنکھوں کو صبح و شام
بلکہ دائم تیرے سرمۂ دیدار سے روشن رکھوں پر تو کیا کرے
حق سبحانہ تیرے ہے میں خوب جانتی ہوں کہ یہ فتنہ سویا ہوا شاہزاد
ے نے جگایا اگر آگے سے میں ایسا جانتی تو ہرگز تیرا بیاہ اسکے ساتھ
نہ کرتی۔

مصرعہ

یہ ہے گناہ مرا کچھ نہیں خطا تیری

قصہ مختصر حمالہ نے دیکھا کہ ہرگز انکا دل یہاں نہیں لگتا ایک دیو
بلا کر کہا کہ جہاں کہیں شہزادے کی مرضی ہو باحتیاط تمام وہاں پہونچاؤ
اور ان کی رسید مجھے لادے تو تیری جان کی خلاص ہوگی اسکے بعد
حمالہ نے دو بال اپنے سر سے اوکھیڑ کے ایک تاج الملوک کو دوسرا
محمودہ کو دیا اور کہا کہ جس وقت تمکو کوئی مہم درپیش ہو تو یہ بال
آگ پر رکھنا اور مجکو اٹھارہ ہزار دیو سمیت بات کی بات میں
وہیں پہونچا جاننا پھر تاج الملوک کے ہاتھ میں محمودہ کا ہاتھ دیکر
یہ شعر پڑھا۔

شعر

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

کہنے والے نے یوں کہا ہے کہ اسی وقت وہ دیو پہاڑ کے مانند
بجلی سا تیز رو دوڑا آیا پوچھنے لگا جہاں فرماؤ پہونچادوں شہزادہ بولا
شہر فردوس میں دلبر لکھا بیسوا کے باغ میں یہ سنتے ہی ان دونوں کو
اپنے کاندھے پر بٹھا کر ایک پل میں وہاں جا کر اتارا اور رسید مانگی

تاج الملوک نے کہا ذرا تامل کریں لکھے دیتا ہوں جو آواز شاہزادے کی بیسوا کے کان میں پڑی سنتے ہی دوڑی آئی اور اسکے قدموں پر گر پڑی پھر سجدہ شکر الٰہی بجا لا کر بولی۔

شعر

ہر مو کی جگہہ تن پہ اگر میرے زباں ہو — تو بھی نہ تری بندہ نوازی کا بیاں ہو

شاہزادے نے اپنے پہونچنے کا حال لکھکر دیو کو دیا اور رخصت کیا اسکے بعد بیابان کی صعوبت دیو ستم کی شفقت حمالہ کی مروت محمودہ کے نکاح کی کیفیت گل بکاؤلی کے ہاتھ آنے کی حقیقت مفصل اس سے بیان کی پھر وہ اُٹھکر محمودہ سے ملی اور بہت سی اسکی دلداری اور مہمانداری کی شاہزادے نے وہاں چند روز توقف کیا پھر اپنے ملک کے جانے پر مستعد ہوا اسواسطے کہ گل پہونچنے سے اس بلبل منتظر کی آنکھیں روشن ہوں فرمایا کہ اسباب سفر کا تیار کریں کشتیوں پر بار کریں اہلکار دہی عمل میں لائے اتنے میں بندی خانے کے داروغہ نے آکر عرض کی کہ پورب کے شاہزادوں کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے تاج الملوک صاحب خانہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ ہر چند میں بھائیوں کی سفارش کروں لیکن قبول نہ کیجیو جب تک وہ تیری مہر کا داغ اپنے اپنے چوتڑوں پر نہ کھائیں جو ہیں زندان بان ان کو لایا تاج الملوک نے بہت سی شفاعت کی کہ اکثر شاہزادے پورب پچھم کے تو نے چھوڑ دئے ان بیچاروں کو بھی اس گرفتاری سے نجات دے کہ خلق میں تیری نیکنامی اور خالق کے آگے سرخروئی ہو وہ بولی آپ اسمیں دخل نہ دیجئے میں ہرگز نہ چھوڑوں گی مگر ایک صورت سے کہ اپنے چوتڑوں پہ میری مہر کا داغ کھائیں شاہزادوں

نے اسکے سوا اور کچھ اپنی رہائی کی صورت نہ دیکھی ناچار قبول کیا
چونکہ دعوا کے وہاں سے چھوٹے اور جان سلامت لے گئے
تاج الملوک نے چلتے وقت ایک ایک خلعت اور لاکھ روپے
خرچ کے واسطے دلوا دیے آکھوں نے اور کسی شہر میں کچھ جمعیت
بہم پہونچائی پھر وطن کی راہ لی تاج الملوک نے بھی دلبر اور محمودہ
کو مع اسباب اپنے ملک کی طرف تری کی راہ سے رخصت فرمایا اور
ارشاد کیا کہ فلانے شہر میں پہونچکر مقام کرنا میں بھی عنقریب خشکی
کی راہ سے پہونچتا ہوں -

ساتویں داستان راہ میں تاج الملوک کے ملنے کی بھائیوں سے اور چھین لینا گل بکاؤلی کا

کہتے ہیں کہ تاج الملوک فقیروں کے بھیس میں پیچھے پیچھے
بھائیوں کے چلا آتا تھا کہ انکا ارادہ کیا ہے دریافت کرے الغرض
وہ جہاں آترے ہوے تھے آن پہونچا اور ایک کونے میں بیٹھکر
آنکی لن ترانیاں اور جوانیاں چھوٹی چھوٹی سننے لگا آخر نہ رہ سکا
سامنے آکر دو بدو کہنے لگا یہ بیہودہ آپس میں کیا کہ رہے ہو اپنا
منھ دیکھو گل بکاؤلی میرے پاس ہے اور اوسی وقت آس کو
کمر سے کھول کر آن دغا بازوں کے سامنے رکھ دیا شاہزادے
طیش کھاکر بولے بھلا اسکو آزمائیں اگر تیری بات سچی نہ ہو تو جو
ہم چاہیں تجکو سزا دیں تاج الملوک نے کہا کہ سانچ کو آنچ کیا بہت بہتر

پھر اندھے کو بلا کر پھول اسکی آنکھوں میں ملا فوراً وہ نابینا بینا ہوگیا وہ
اس تماشہ کو دیکھکر حیران رہگئے آخر نادم ہو کر پھول زبردستی چھین لیا
اور مارے طمانچوں کے اسکا منھ لال کیا پھر گردن میں ہاتھ دیکر وہاں
سے نکال دیا اور خرم و شاداں وطن کی راہ لی چند روز کے بعد اپنے
ملک کی سرحد میں پہونچے اور ایک پیک کو آگے بھیجا کہ ہمارے آنے کی
خبر جلد پہونچا وہ انکا حکم فی الفور بجا لایا جب زین الملوک نے یہ خبر
فرحت اثر سنی باغ باغ ہو کر یہ قطعہ پڑھا۔

قطعہ

بتا دلا مجھے آیا یہ قاصد جاناں ۔۔۔ کہ دردکھونے کو پہونچا ہے صاحب درماں
ہر ایک غنچۂ خاطر کھلا ہے کنعاں میں ۔۔۔ نسیم لائی مگر بوے یوسف کنعان

حاصل کلام بادشاہ خود کئی منزل استقبال کے واسطے تشریف
لے گئے جب دوچار ہوے شہزادوں نے قدمبوسی کی اور بادشاہ
نے انکا ماتھا چوما ایک ایک کو چھاتی سے لگایا الطاف فرمایا
پھر شاہزادوں نے گل بکاؤلی نذر کیا حضرت نے جو ہیں آنکھوں
پر ملا وہ ہیں تاراسی روشن ہوگئیں تب کہا الحمدللہ دیدۂ ظاہری
کو اس پھول نے نورانی کیا اور دیدۂ باطن بیٹوں کے دیدار سے
منور ہوا اسکے بعد بادشاہ نے جشن شاہانہ شروع کیا اور شہر میں
منادی پھرادی کہ ہر ایک فقیر امیر عیش و عشرت کا دروازہ
برس دن تک کھلا رکھے اور غم و الم کا بند۔

آٹھویں داستان بکاؤلی کے جاگنے کی اور گلاب کے حوض میں گل کو نہ دیکھنے کی اور اسکے چور کی تلاش میں نکلنے کی

خمخانۂ سخن کا ساقی اس پورانی شراب کو نئے پیالے میں یوں پھرتا ہے کہ جب بکاؤلی نے جادو بھری آنکھ کھولی اور خواب راحت سے چونکی انگڑایاں کرتی درست کرکے پیشواز ناز سے پہنی کنگھی سے بالوں کو سنوارا اور دوپٹا اوڑھا پھر آہستہ آہستہ جھومتی اٹھکھیلیوں سے حوض کی طرف چلی ہر ہر قدم پر وہ گل اندام اپنے نقش قدم سے زمین کو پائیں باغ بناتی تھی اور گرد راہ سے چشم بلبل میں سرمہ لگاتی تھی جب حوض کے کنارے پر پہونچی دست نگارین سے گلاب اپنے رخسار پر ڈالنے لگی اور چہرے کا ابھار رنگ عنبر کے مانند تھا دھو دھو کر گلاب میں ملانے اور حوض کو جادو نظر چشم مست ناز سے دیکھنے بھالنے لگی ناگاہ گل بکاؤلی کی جگہ پر نظر جا پڑی ہر چند بغور و تامل نگاہ کی کچھ اسکا نشان نظر نہ آیا تب سونے کی طرح اس سیم تن کے منھ پر زردی چھائی اور غنچے کے مانند سموم غم سے کمھلائی اتنے میں انگوٹھی پر آنکھ جا پڑی حیرانی زیادہ بڑھی گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے لگی اور دل میں یوں کہنے لگی یا الٰہی یہ خواب دیکھتی ہوں یا عالم طلسم پھر بولی اگر خواب ہوتا تو علامتیں ظاہر ہوتیں پس اس صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انسان کا ہے نہیں تو دوسرے کی

کیا طاقت کہ اٹھارہ ہزار دیو کے ہاتھ سے بچکر یہاں سلامت پہونچے اور گل مقصود کو بے کھٹکے لیجائے پھر جس وقت اپنی بے ہنگی کی حالت اسکو یاد آتی دریائے شرم میں ڈوب جاتی اور یہ اشعار اپنے حسب حال پڑھتی۔

اشعار

اے چور تو اپنا نام بتلا | چوری کا سبب تمام بتلا
دنیا میں نہیں ہے کوئی تجسا | انسان سے ہو نہ کام تیرا
ہے چور کو مال سے سروکار | تکتا ہے وہ سیم و زر کو اکبار
میں دیکھوں جو تیرے دست گلگوں | آنکھوں سے لگاؤں بلکہ چوموں
ہر جنس یہاں ادھر اودھر تھی | پر اور کہیں نظر نہ تھی
سینے میں شرنگ تو لگا کر | دل مفت میں لے گیا چرا کر
دیکھا نہیں گو نگاہ بھر کر | پر آنکھ پڑی ضرور لب پر
گو سیر ہوا نہ تو یہ مانا | اس شہد کا پر مزا تو جانا
جو نقد تھا اسکو لے گیا ہے | صندوق فقط یہاں پڑا ہے

الغرض افسوس کرتی ہوئی حوض کے کنارے سے اٹھکر یاقوت کے مکان میں جا بیٹھی اور پریوں کو بلا کر اس بیخبری کی سزا ہر ایک کو دینے لگی مگر یہ نہ سمجھی کہ جس وقت تیر تقدیر چھوٹے سپر تدبیر سے کوئی نہ روک سکے۔

مصرعہ

تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی

پھر یہ یوں سے جھنجھلا کر کہنے لگی اگر تم اپنی زندگی چاہتی ہو تو

میرے چور کو بجنسہ لاکر حاضر کردیں یہ سنکر سات سو پریاں چار طرف تلاش کے واسطے ہل ہانکتی کو دوں پھانکتی دوڑیں لیکن کہیں اُس بے نشان کا نشان کسی نے نپایا سچ ہے کہ بے نشان کا وہ نشان پائے جو آپ کو بے نشان بنائے۔

بیت

جو پیچھے گم شدہ کے کوئی جائے کرے گم آپ کو جب اُسکو پائے

بکاؤلی کہ دل اُسکا تیر عشق سے چھد گیا تھا درد کی شدت سے بلبلاتی تھی کمان کی طرح چلاتی تھی آخر بیتابی کے مارے گوشہ چھوڑکر رشتۂ شرم وحیا کو توڑکر چور کی تلاش میں کمر ہمت باندھکر سر بصحرا نکلی جہاں جاتی اُسے کوئی نہ دیکھتا اور وہ ہر ایک کو دیکھکر پرکھتی اور جا پہنچتی غرض اسی طرح پھرتے پھرتے پورب دیس میں جانکلی کہتے ہیں جب زین الملوک کے شہر میں وارد ہوئی جس کوچہ و بازار میں دیکھتی وہاں اسباب عیش کا مہیا پاتی ہر ایک دروازے پر خوشی کی نوبت بجتے دیکھتی یہ رنگ ڈھنگ دیکھ حیران ہوکر آخر آپ کو پندرہ سولہ برس کا ایک جوان شکیل دیدارو بناکر کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں چھوٹے بڑے کی خوشی کا سبب اور خاص و عام کی شادی کا باعث کہ برخلاف آئین حکمت ہے کیا ہے اُسنے کہا کہ یہاں کا بادشاہ قضائے الٰہی سے اندھا ہوگیا تھا اُسکے بیٹے مدت مدید کے بعد بہت سی مصیبت اور رنج اُٹھاکر گل بکاؤلی لائے کہ بادشاہ کی آنکھیں روشن ہوئیں جب ارشاد کیا کہ برس دن تک اسی طرح سب اعلیٰ ادنیٰ اپنے دروازوں پر نوبت دھریں

اور عیش کریں بکاؤلی نے یہ مژدۂ جاں بخش سُنکر کہا الحمد للہ پیاسے
طلب نے منزل مقصود پائی محنت ٹھکانے لگی یہ ملک اُسی
فتنہ انگیز کا ہے اغلب کہ وہ بھی ہاتھ آئے اور خلش مٹ جائے
پھر دریا کے کنارے جاکر کپڑے اُتارے پانی میں اُتری نہا دھو کے
راہ کی ماندگی اور کلفت کھو کر اور ایک جوان حسین بنکر پوشاک
مردانی پہنکر بادشاہی محلوں کی طرف متوجہ ہوئی بازار میں ناز سے
آہستہ آہستہ چلتی تھی جس طرف چشم سرمہ سا اُٹھاتی آسے نقش پا
کی طرح مٹاتی اور جس دم تیغ ابرو یا خنجر مژگاں دکھاتی اہل نظر کو
بسمل کی طرح لٹاتی اور جس وقت زلف پر پیچ کو تاب دیتی تماشائیوں
کے دل کو پیچ و تاب میں لاتی غرضکہ جو اُسکے سامنے آتا اُس کو
سکتا ہو جاتا آخر تمام شہر میں اُس کے حسن و جمال کا غل پڑ گیا رفتہ رفتہ
بادشاہ کے بھی گوش گذار ہوا چنانچہ حضور سے ارشاد ہوا کہ اُس جوان رعنا کو ہمارے پاس لاؤ

قصہ کوتاہ حضور اعلیٰ میں اُسے لے گئے حضرت نے پوچھا کہ کہاں
سے آنا ہوا اور تمہارا کیا نام ہے کس واسطے آئے ہو جوان نے عرض کی
کہ وطن تو غلام کا یمن ہے اور نام فرخ نوکری کی تلاش میں آیا ہوں
آپ جہاں پناہ کے تفضلات سے اُمید یہ ہے کہ حضور کے ملازموں
میں سرفراز ہوں تا دعائے دولت میں بخاطر جمع مشغول رہوں زین الملوک
نے کہا بہت بہتر حاضر رہو اور خواصوں میں بعزت تمام سرفراز کیا
بلا قید کی پروانگی دی تھوڑے دن اُسے گذرے تھے کہ چاروں شاہزادے
ایک روز بارگاہ سلطانی میں آئے بادشاہ نے شفقت سے ہر ایک کو
چھاتی سے لگا کر سر اور آنکھیں چومیں پھر کرسی پر بیٹھنے کو ارشاد کیا

وہ تسلیم کر کے بیٹھ گئے بکاؤلی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اُس نے کہا تم نہیں پہچانتے بادشاہ کے بیٹے ہیں تب اُسنے ہر ایک کے قیافے کے سونے کو امتحان کی کسوٹی پر کسا لیکن کھرا نہ پایا سراپا کھوٹا ہی نظر آیا پوچھا کہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہے جو انکے ساتھ گل بکاؤلی لینے گیا تھا اُس نے کہا اور کوئی نہیں جب اُسپر ثابت ہوا کہ بادشاہ اور کوئی بیٹا نہیں رکھتا نہایت گھبرائی اپنے طالع سے لڑنے لگی اور اشعار پڑھنے لگی۔

اشعار

ارے بخت زبوں تو نے کیا کیا   یہ عقدہ کام میں کیوں میرے ڈالا
نہ کھولے ناخن تدبیر اُسکو   یہ وہ ہے کہتے ہیں تقدیر جس کو
اگر دیکھے کوئی خواب پریشاں   تو ہو تعبیر دینی اس کی آساں
مگر میرا معما ہے یہ لاحل   کسی مخلوق سے ہووے یہ کیا حل
کروں کیا خواب کی میں اپنی تقریر   نہیں تعبیر ہے اس کی یہ تفسیر

وہ کون سا عیار تھا جو اس باغ سے گل لے گیا اُس نیرنگ سازی کے افسوں نے میرے شیشۂ ناموس کو پھوڑا اور غائبانہ تیر عشق سے میرے سینے کو توڑا میں نے اسکی کس قدر جستجو کی کیا کیا محنت اور مشقت کو پہنچی بارے یہاں اُس گل کا نشان ملا ذرا میرا غنچۂ دل کھلا۔

بیت

نہیں کچھ شبہ بیشک میں نے جانا   یہی ہے چور کا میرے ٹھکانا

لیکن فلک دغاباز نے میرا کھیل بگاڑا آبادی کی صورت دکھلا اوجاڑا۔

بیت

کہاں جاؤں کروں اب کس سے فریاد   نہیں بس کرتی ہوں میں داد بیداد

القصہ بکاولی نے اپنے دل میں ٹھہرایا کہ البتہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہو گا کیونکہ ان نادانوں کے قیافے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس امر دشوار کی تحصیل اِن سے ہوئی ہو بہر حال چندے اور بھی صبر کیا چاہیئے دیکھوں تو پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے سبحان اللہ کیا اُلٹی بات ہے کہ معشوق طالب عاشق کا ہوا اور عاشق اسکا مطلوب لیکن نظر تحقیق سے جو غور کرے تو سیدھی لگے کیونکہ جب تک معشوق کو خواہش عاشق کی نہو اُسکی چاہت اکارت ہے اور کوشش بیفائدہ آتش طلب کی جو عاشق کے گریبان سے مشتعل ہے فی الحقیقت لگائی ہوئی معشوق کی ہے۔

شعر

عشق اول در دلِ معشوق پیدا میشود   گر نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود

بات بڑھ گئی قلم کہتا ہے اے شخص بس کر میں نے لکھنے میں بہت سی کوشش کی اور ہاتھ اپنی سعی کے دعوے کرتے ہیں کہ قلم سے کیا کیا ہم نے لکھا بازو اپنے تردد کا دم مارتا ہے کہ دست اور قلم سے کیا ہوا جو کچھ کیا سو میں نے کیا غرض اُسی طرح اسباب تحریر کے بڑھے اور ایک کو ایک پہ فوقیت ہو لی گئی دفعتہً ایک ایسا سبب پایا گیا کہ وہ محتاج کسی کا نہ تھا بس اے عزیز اگر تو بتا دے کہ فی الحقیقت لکھنے میں کس کی سعی ہے اور ظاہر میں کس کی تو میں بھی عاشق اور معشوق کی سعی کا جواب دوں۔

نویں داستان حمالہ کے پہونچنے کی تاج الملوک کے پاس دیووں سمیت اور بکاؤلی سی حویلی اور باغ تیار کرنے میں

جب تاج الملوک سے اُن ناعاقبت اندیشوں نے گل بکاؤلی چھین لیا وہ بیچارہ دل میں پیچ وتاب کھاکر رہگیا مثل ہے کہ قہر درویش برجان درویش پھر کچھ قسموں کے پیچھے پیچھے بعد چند روز کے اپنے باپ کی سرحد میں ایک جنگل جو درندوں کا مسکن تھا اُس میں جا پہونچا اور چقماق سے آگ جھاڑ کر حمالہ کے دیے ہوے بال کو اُسپر رکھدیا چوتھائی بھی نہ جلا ہوگا کہ وہ اٹھارہ ہزار دیووں سمیت آپہونچی اور تاج الملوک کو فقیروں کے بھیس میں دیکھکر آگ ہوگئی کہ اے شاہزادے میری بیٹی کو کیا کیا اور تونے اپنا حال کیا بنا یا تاج الملوک بولا کہ آپ کی توجہ سے سب خیریت ہے لیکن ایک کام مجھے نہایت ضروری ہے اور اُسکی تدبیر مجھسے نہیں ہوسکتی اسواسطے آپ کو تصدیع دی ہے حمالہ نے کہا اے عیار باتیں نہ بنا وہ کونسا کام ہے کہیں جلدی کہ تاج الملوک نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اِس جنگل میں ایک محل اور باغ کہ ہو بہو بکاؤلی کے قصر اور باغ سا ہو بناؤں تم جس طرح سے جانو جلد بنوادو وہ بولی اے بیٹا یہ کتنی بڑی بات ہے مگر میں نے تو اُسکے باغ اور عمارت کو دیکھا نہیں بھلا بن دیکھے مکان کا نقشہ کس طرح بناؤں اور بنوادوں تاج الملوک بولا جس طرح میں کہوں اُسی طرح بنوادو حمالہ نے

اُسی وقت کئی سو دیو لعل بدخشانی کے واسطے اور سیکڑوں عقیق یمانی کے لئے اور ہزاروں سونے روپے اور جواہرات بیش قیمت کے واسطے ہر چہار طرف بھیجے دیوؤں نے تین روز کے عرصہ میں جواہرات وغیرہ کے جا بجا تو دے لگا دئے پھر شاہزادہ جسطرح بتانے لگا اُسیطرح وہ بنانے لگے پہلے تو دو دو نیزے مٹی کھود کر پھینکدی اور وہاں زرخالص بھر دیا اور اُسی قطعۂ طلائی پر جڑاؤ عمارتوں کی بنا ڈالی غرض تھوڑے دنوں میں ویسا ہی قصر اور اُسی طرح کا باغ جواہر نگار جڑاؤ نہریں درختوں سمیت اور زبرجد اور یاقوت کے دو دالان عالیشان آمنے سامنے بیچ میں اُنکے ایک حوض مرصع اُسی قطع کا گلاب سے معمور بنایا پھر ہر ایک مکان میں فرش اُسی رنگ کا بچھایا حاصل یہ ہے کہ جتنا جواہر سونا روپا دیو لائے تھے اُسمیں سے آدھا مکانات کے بنانے میں خرچ ہوا چوتھائی کارخانجات کی تیاری کو دیا باقی خزانہ میں داخل کیا جب عمارت سب بن چکی اور تاج الملوک کے پسند پڑی تب حمالہ نے اُس سے کہا کہ تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں نے تیرے واسطے کس قدر رنج اُٹھایا دُکھ سہا اسکے سوا دیوؤں کو آدمیوں سے کمال مخالفت ہے برعکس میں نے تجھسے محبت کی اور کس شفقت سے پالا اور پرورش کیا علاوہ اسکے بکاؤلی کے ملک میں کہ آج تک کوئی نہیں گیا تجھے پہونچایا پھر بسبب اس حرکت کے کہ جو تجھسے وہاں ہوئی اُسکے ہاتھ سے میں نے کیا کیا صعوبت اور زحمت اُٹھائی سو یہ محمودہ جان کی خاطر ہے ایسا نہ ہو کہ اُسکا دامن ہوا سے روزگار سے غبار آلودہ ہو

یہ کہکر رخصت ہوئی اُس کے بعد جس مقام میں محمودہ اور دلبر کو استقامت کے لئے فرمایا تھا اُسی طرف شاہزادہ بڑے ٹھاٹھ سے گیا اور اُنکو جڑاؤ عماری میں سوار کیا پیچھے پیچھے خواصوں کے صحافے رتھیں جن پر کارچوبی سلطانی بانات کے پردے پڑے ہوئے آگے آگے غلام خوش پوشاک سونے روپے کے عصے ہاتھوں میں لئے گھوڑوں پر سوار اہتمام کرتے ہوئے غرض اسی تجمل سے اُس قصرعالی میں دونوں کو داخل کیا اور عیش وعشرت سے اوقات بسر کرنے لگا۔

دسویں داستان خبر پہونچنے میں عمارت بنائی تاج الملوک کی زین الملوک کو

معمار مرائے اِس سخن کا خانۂ داستان کی بنا کا حال اس طرح کہتا ہے کہ تاج الملوک کے غلاموں میں ساعد نام اُس بیابان میں سیر کرتا پھرتا تھا ناگاہ اُسکی نگاہ کئی لکڑہاروں پر کہ لکڑیوں کے بوجھے لیے جاتے تھے جا پڑی اُسنے پوچھا تم کون ہو اور یہ لکڑیاں کہاں لیے جاتے ہو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم شہر شرقستان کے لکڑہارے ہیں یہی ہمارا کسب ہے اسی سے ہمارے لڑکے بالے جیتے ہیں دانہ پانی کھاتے پیتے ہیں اُسنے کہا کہ آج تم یہ گٹھے میرے آقا کے باورچیخانہ میں لے چلو دولتخانہ اُسکا نزدیک ہے اُسنے اس ویرانہ میں ایک شہر آباد کیا ہے واجبی قیمت ملیگی بلکہ ایسا انعام پاؤ گے کہ پھر کہیں اور

لکڑیاں بیچنے نہ جاؤ گے اُنھوں نے کہا کہ ہماری تمام عمر اسی کام میں اور اسی بیابان سے لکڑیاں لیجاتے گذری لیکن آبادی کا یہاں نشان نہ دیکھا نہ سُنا ساعد نے کہا ذرا تم آگے بڑھکر دیکھو اگر میرے کہنے کا کچھ اثر ظاہر ہو تو بہتر نہیں تو تمھارے پھر آنے کا کوئی مانع نہ ہوگا لکڑہارے انعام کے لالچ سے ساعد کے آگے ہو لیے پھر تھوڑی سی دور جاکر سب ایکبارگی پکار اُٹھے کہ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اے میاں تم ہمکو آگ میں جھونکنے کو لئے جاتے ہو چولھے میں جائے انعام اور بھاڑ میں پڑے اکرام بس ہمیں معاف کرو ہمنے بھر پایا ساعد نے کہا کہ یہ شعلہ آتش نہیں حویلی کے جواہرات کی چمک ہے تم ہرگز اندیشہ نہ کرو اور میرے ساتھ چلے آؤ وہ اُسکے کہنے سے کچھ اور بھی بڑھے آگے ساری زمین سونے کی نظر آئی سب نے اُسکی بات سچی پائی قدم اُٹھائے بیدھڑک چلے آخر وہ حضور میں اُنکو لیگیا تاج الملوک نے ایک ایک کتھان بیش قیمت ہر ایک کو دے کر رخصت کیا اور فرمایا اگر تم یہاں آیا کرو تو اِس سے دونا ہر روز پایا کرو لکڑہاروں نے جب پہلے دن ایسا انعام پایا اور آیندہ امید بندھی اپنا وطن چھوڑ کر ہر ایک وہاں آرہا یہ خبر اُنکے ہمسایہ میں پھیلی اور جابجا منتشر ہوئی غرض جو کوئی شہر کے دیکھنے کو جاتا ہرگز وہاں سے پھر کر گھر نہ آتا اور وہیں رہتا اور کو توال شرقستان کا رعیت کے بھاگ گئے کی خبر روز وزیر کے حضور میں کہتا چنانچہ ایک دن آ سنے خبر دی کہ آجکی رات ہزار گھر اہل حرفہ کے خالی ہوے اور وہ بھاگ گئے وزیر نے کہا کچھ یہ بھی تو جانتا ہے کہ کہاں جاتے ہیں تب وہ بولا

کہ غلام نے سنا ہے کہ کسی نے درندوں کے جنگل میں دس کوس تک
سونے کی زمین بنا کر اسپر اس طرح کا شہر آباد کیا ہے اور ایک قصر
اور باغ بھی جواہر کا ایسا بنایا ہے کہ روے زمین پر ویسا دوسرا نہیں
جو دیکھتا یہ مطلع پڑھتا ہے۔

شعر

اگر فردوس برروے زمین ست   ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

اور اوسکے دریاے سخاوت کی لہر دور نہیں کہ نام حاتم طائی
کا آبجوے زمانہ سے لیجائے اور پانی بحر عدالت کا بعید نہیں کہ نقش
دل نوشیرواں کا لوح جہان سے مٹائے وزیر نے اس بات کو
باور نہ کیا کہا کہ جو کام کہ طاقت بشری سے باہر ہو انسان کی کیا مجال
کہ کر سکے کوتوال نے مکرر عرض کیا کہ متواتر خبر پہونچی ہے جھوٹ کیونکر
ہوگی جو قادر کریم عورت کو مرد بنا سکتا ہے اور مرد کو عورت وہ اگر
دولت دنیوی کو کہ بمنزلہ ایک عورت شکیلہ کے ہے کسی مرد کے
مطیع کردے تو عجب کیا ہے۔

شعر

نہ پوچھ چرخ ہوا ہے کمینہ پرور کیوں   یہ بات ہے سبھی اس ہے آسکے دینے کو

کیا آپ نے اس شاہزادی کا قصہ جسنے ایک دیو سے علامت مردمی کی
لے کے اپنی شادی کی کچھ نہیں سنا وزیر نے کہا وہ کیونکر ہے۔

حکایت

کوتوال نے عرض کیا کہ اگلے وقت میں ایک بادشاہ تھا اسکی

محلسرا میں سو رنڈیاں صاحب جمال بیمثال تھیں پر کسی کے اولاد نہ ہوتی تھی خدا کی قدرت کاملہ سے ایک حسین اور نوجوان کو اسمیں سے حمل رہا نو مہینے کے بعد اُسکے لڑکی پیدا ہوئی اسی طرح تین بار جنی مگر لڑکا پیدا نہ ہوا جب چوتھی بار حمل رہا بادشاہ نے قسم کھائی کہ اگر اس مرتبہ بیٹی جنی تو اُسکو اُسکی ماں سمیت جان سے مارڈالونگا تقدیر کی نیرنگی سے اسپر بھی لڑکی پیدا ہوئی لیکن نہایت خوبصورت پری طلعت اسکی ماں نے جان کے خوف سے لڑکا مشہور کیا اور نجومیوں کو بھی تاکید کی کہ بادشاہ کو سمجھا دو کہ دس برس اس لڑکے کا منھ دیکھنا آپکو اچھا نہیں چنانچہ منجموں نے بادشاہ کی خدمت میں اسطرح عرض کی حضرت نے بھی مانا اور ویسا ہی کیا القصہ جب لڑکی ہوشیار ہوئی اور اوسکے دیدار کی مناہی کے تھوڑے دن رہے تو اسنے بیٹا کہوانے کی وجہ اُسکو سمجھا دی اور کہا کہ اے بیٹی تو بادشاہ کے حضور میں مردانی وضع سے آیا جایا کیجیو کہ میری اور تیری زندگی رہے اور جان بچے چنانچہ لڑکی ایام معہودہ کے بعد بادشاہ کی خدمت میں کبھی آتے جاتے مجرا کرکے جلدی سے چلی آتی اور دیر تک نہ رہتی آخر اُس دختر پسر نما کی نسبت دوسرے بادشاہ کی بیٹی سے کی جب شادی کے دن نزدیک آپہونچے بادشاہ نے اُسکو لباس شاہانہ پہنایا اور سونے کے ہودے پر بٹھا کر تجمل بادشاہی سے دلھن کے ملک کو روانہ ہوا لڑکی کبھی اُس حالت پر ہنستی اور کبھی روتی تھی ایک رات کسی ویرانے میں اتفاق رہنے کا ہوا لڑکی مارے شرم کے کہ آخر کار زندگانی وبال جان ہوگی جنگل میں اٹھکر اُس

ویرانے میں چلی گئی اس ارادے سے کہ کوئی درنا وہ کھاجائے جاتے جاتے
ایک درخت کے تلے کہ وہ دیو کے رہنے کا مکان تھا پہونچی وہ اسکے
حسن پر دیوانہ ہوگیا اور آدمی کی صورت بنکر لڑکی کے آگے آکر اسکا حال
پوچھنے لگا اُسنے ساری حقیقت بیان کی یہ سُنکر دیو کا دل بھر آیا اور
بولا اگر تو امانت میں خیانت نہ کرے اور اسپر قول دے تو اپنے آلت
کسی حکمت سے تیرے لگادوں اور تیری علامت آپ اختیار کر دوں
لڑکی دیو کے کہنے کے موافق عمل میں لائی اُسنے وعدہ پورا کیا پھر وہاں
سے خرم و خنداں وہ اپنے ڈیرے میں آئی کئی روز کے بعد برات
اپنی منزل مقصود کو پہونچی اور شادی سے فراغت کر کے بادشاہ اپنے
ملک کو پھر آیا شاہزادہ نقلی چند مدت وہیں رہا جب اُسکا ایک لڑکا
پیدا ہوا تب قصد وطن کا کیا اور منزلیں طے کرنے لگا جب اُس
جنگل میں پہونچا اُسی درخت کے نیچے گیا کیا دیکھتا ہے کہ دیو بڑھیا
کے بھیس میں روئی شکل بنائے بیٹھا ہے شاہزادے نے کہا
اے دیو میں نے تیری مہربانی سے اپنے دل کی مراد بھر پائی اب اپنی چیز لے
اور میری مجھے دے دیو نے کہا اب میں اس کام سے گذر گیا تقدیر
میں یہی لکھا تھا تب اُسنے پوچھا وجہ اسکی کیا ہے مفصل بیان کر
وہ بولا کہ میں اسی صورت سے تیرا منتظر یہاں بیٹھا تھا ناگاہ ایک دیو
پہاڑ پر آیا اُسکے دیکھنے سے مجھپر شہوت غالب ہوئی اور مارے
مستی کے رہ نہ سکا اُسنے بھی دوڑ کر مجھے چھاتی سے لگا لیا آخر شربت
وصل پلایا میں اگر اب علامت مردی کی لگالوں تو چلنے کے وقت
جی سے ہاتھ اٹھاؤں اسکے سوا یہ عقدہ مجھپر کھلا کہ مردوں سے

رنڈیاں شہوت میں زیادہ ہیں اب جا اپنی راہ لے میں نے اپنی چیز تجھی کو بخشی وزیر نے کہا خدا کی قدرت معمور اور برحق ہے مجھے کچھ اس میں شک نہیں لیکن محال چیزوں کا آدمی سے موجود ہونا عقل میں نہیں آتا کوئی دانا اسکو نہیں مانتا شاید تو نے چڑے اور فقیر کی کہانی نہیں سنی کوتوال نے عرض کیا فرمایئے۔

حکایت

وزیر نے کہا حضرت سلیمان کے عہد میں ایک چڑیا کا جوڑا ایک روز راہ میں بیٹھا دانہ کھاتا تھا ایک فقیر جبہ پوش کو دور سے آتے دیکھا مادہ نے نر سے کہا خبردار دشمن آتا ہے ایسا نہ ہو کہ پنجۂ بلا میں گرفتار کرے نر بولا کہ اس خدا دوست سے کچھ اندیشہ نہیں جو خدا کی راہ پہ چلتے ہیں وہ کسی کی ایذا کے روادار نہیں ہوتے انھیں باتوں میں تھے کہ فقیر آپہونچا اور بغل سے ایک سونٹا نکال ایسا پھینک مارا کہ نر کا ایک بازو ٹوٹ گیا بہرحال اس ظالم کے ہاتھ سے بھاگ گرگرتا پڑتا حضرت سلیمان بادشاہ کے پاس گیا پہلے تو جا کر دعا دی پھر یہ عرض کی کہ فلانے درویش نے بے تقصیر میرا بازو توڑ ڈالا ہے بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو حاضر کرو چنانچہ حضور میں اسے لے آئے تب حضرت نے غضب سے فرمایا کہ تو نے اسکو کیوں مارا ہے اسنے عرض کی کہ اگر میں نے اس کو مارا تو کیا ظلم کیا کیونکہ انسان کی خوراک ہے یہ سنکر چڑا بولا کہ اگرچہ میں بیچارہ چھوٹا سا جانور ہوں پر اسقدر مجھکو شعور ہے کہ اپنے دوست سے شیر و شکر کی طرح مل جاتا ہوں اور دشمن سے کڑی کمان کے تیر

کی طرح بھاگتا ہوں تیری پیوندی گدڑی دیکھکر میں نے جانا تھا کہ تو خدا کی
راہ پر ہے کسی کے حق میں بدی نہ کریگا لیکن اب کھلا کہ تیرا رہنما شیطان
ہے اور گدڑی میں فقط مکر و دغا بھرا ہے اب اسکو اتار رکھ کہ اور کوئی
میری طرح سے فریب نہ کھائے اور تیرے دام مکر میں نہ آجاوے۔
چڑے کی باتیں حضرت کو نہایت پسند آئیں فقیر کو لعنت ملامت کر کے
نکال دیا بعد چند روز کے وہی چڑا کہیں چگتا تھا کسی درویش نے کسی طرح
اسکو پنجڑے میں پکڑ کر بند کیا چڑا سمجھا کہ ابکی تو جان پر آبنی سوچکر یوں
کہنے لگا اے مرد خدا بیچنے سے میرے تجکو چنداں نفع نہ ہوگا اور کھانے
سے بھی میرے معلوم رکھنا علیٰ ہذا القیاس بیفائدہ ہے بس چند سخن
کہ ہر ایک دُر بے بہا ہے اگر مجکو چھوڑ دے تو کہوں یہ سنکر فقیر بہت خوش ہوا
پنجڑے سے نکال کر پانوں پکڑ کر ہاتھ پر بٹھایا اور کہا لو کہو چڑا بولا کہ ایک عالم
کہتا ہے کہ خدا چاہے تو بہتر اونٹ کی قطار سوئی کے ناکے سے نکل جاوے
یہ بات سچ ہے خدا کی قدرت سے دور نہیں پر یہ آدمی کی سعی سے ہرگز
اعتبار نہ کیا چاہیئے دوسرے یہ کہ جو کام اپنے اختیار میں نہ رہے اسکے
واسطے غمگین نہ ہونا چاہیئے اے درویش چھوڑ دے تو اور کہوں آزاد نے
اسے آزاد کیا چڑا اُڑ کر ایک درخت کی ڈالی پر جا بیٹھا اور بولا فقیر تو بڑا
احمق ہے کیا تیری عقل ماری گئی جو ایسا شکار اپنے ہاتھ سے کھویا میرے
پیٹ میں ایک لعل بے بہا ہے اگر تو مجھے مار کر کھاتا تو وہ بھی تیرے ہاتھ
آتا درویش یہ سنکر ہاتھ ملنے لگا اور یوں کہنے لگا اے پرند بھلا میں اس
نفع سے گذرا لیکن تو اور باتیں تو کہہ چڑا بولا کہ تیرا دل مانند چکنے گھڑے
کے ہے میری باتیں اسپر اثر نہ کرینگی ناحق انکو ضائع کروں مثل مشہور ہے

کہ اندھے کے آگے روؤ اپنی آنکھیں کھوؤ اے نادان ابھی تو میں نے
تجھسے کہا تھا کہ جو چیز اپنے قبضے سے نکلجائے اُسکے واسطے نہ پچھتا سے لئے
اِسی دم تو بھول گیا اور یہ نہ سمجھا کہ میں نے لعل کیونکر نگلا ہوگا یہ کہکر
چڑیا تو اُڑ گیا اور فقیر نے مایوس ہوگھر کا راستہ لیا اسبات سے اپنی غرض
یہ ہے کہ خدا کو اس طرح کی قدرت اور طاقت ہے انسان کو چاہیئے
کہ بے تحقیقات بادشاہوں کی جناب میں کچھ عرض نہ کرے اسواسطے
تجکو لازم ہے کہ پہلے تو جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ آ پھر عرض کر۔

گیارھویں داستان جانے میں زین الملوک کے لشکر اور ارکان دولت کے ساتھ ضیافت کھانے کو تاج الملوک کے مکان میں

آخر کو توال نے وزیر سے رخصت لے کر ملک نگارین کی
راہ لی جب تھوڑی سی راہ طے ہوئی ہرا دل پکار اُٹھا اس
جنگل میں ایسی آگ لگ رہی ہے کہ اُسکے شعلے آسمان تک پہونچتے
ہیں اتنے میں سواری کچھ اور آگے بڑھی سونے کی زمین نظر آئی اور جڑاؤ
عمارت جب ظاہر ہوا کہ جس پہ آتش کا گمان کیا تھا وہ یہی ہے
شعلے نہ تھے وہ اُسکی چمک تھی اتنے میں جو کوتوال کے آنے کی خبر سُنی
فرمایا کہ حوضوں کو بھرو فوارے چھوڑ داؤ اور اُسے یاقوت کے دالان

میں بٹھاؤ اہلکار حسب الحکم کو توال کو حویلی میں لے گئے وہ جس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا تھا جگمگاہٹ سے جواہرات کی چکاچوند لگ جاتی تھی بعد ایک ساعت کے تاج الملوک نے بھی تخت شوکت کو زیب و زینت بخشی کوتوال اٹھکر آداب بجا لایا اور دعا و ثنا کے بعد عرض کرنے لگا جب حضرت کے مکان بنانے اور ملک بسانے کی اس جنگل میں خبر سرقستان کے بادشاہ کی جناب میں پہونچی تب اس خانہ زاد کو تحقیقات حال کے لئے بھیجا ہے گستاخی معاف اگر آپ کے دل میں خواہش سلطنت کی اور ارادہ فساد کا ہو تو اُدھر سے بھی کچھ درنگ نہیں والا طوق بندگی کا گلے میں ڈال کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوجئے کیونکہ دو تلواریں ایک میان میں نہیں رہتیں اور نہ دو بادشاہ ایک ولایت میں تاج الملوک یہہ سنکر بولا میں نے تو اس حیوانات کے وطن میں ایک عبادت گاہ بنائی ہے حق تعالیٰ کی بندگی میں مشغول رہتا ہو خواہش بادشاہی کی مطلقاً نہیں بلکہ دعاہی دولت خواہی ہے کوتوال نے جو یہ کلمے شائستہ سنے خوشی خوشی رخصت ہوا اور جو کہ دیکھا سنا تھا وزیر سے مفصل کہا وہ سنکر ایک لمحہ تو بحر تفکر میں ڈوبا رہا پھر بادشاہ کے حضور میں جا جو کیفیت سنی تھی عرض کی بعضوں نے تو ہیچ جانا اور کتنوں نے جھوٹ سمجھ نہ مانا بکاؤلی کہ زین الملوک کی خدمت میں حاضر تھی یہ بات سنکر دل میں کہنے لگی الحمد للہ اتنی مدت کے بعد عقدۂ بستہ کی صورت کشایش اور شب ناامیدی کے بعد صبح آسایش ہونے کی نظر آئی۔

بیت

طپش دل سے نے خبر یار کے آنے کی دی ۔۔۔ خوش ہوا ہے جشم کہ یہ زمزمہ ناخواہ نہیں

بادشاہ نے بھی اس ماجرے کو وزیر سے سنکر ایک ساعت گریبان تفکر میں سر ڈالے رہا اُسکے بعد فرمایا اگر یہی صورت ہے تو ایک نہ ایک دن زوال سلطنت کا موجب ہوگا وزیر نے آداب بجالا کر عرض کیا کہ عقلمندوں نے کہا ہے جس دشمن سے لڑائی میں بہ نہ آسکے اُس سے دارو مدار کرکے ملجائے۔

بیت

خوشی سے برآمد جو ہو کام کی   تو کیجئے نہ تندی نہ گردن کشی

اب تدبیر یہ ہے کہ قبلہ عالم اُس سے اخلاص بڑھادیں اور رشتہ محبت کا اُسکی گردن میں ڈالیں بادشاہ نے فرمایا تیرے سوا اور کسی کو اس بات کے لایق نہیں دیکھتا ہوں تو ہی وہاں جا اور رابطہ اُس سے بہم پہونچا لیکن وہ کام کیجیو کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنی میری شان نہ گھٹے اور اخلاص بڑھے وزیر خجستہ تدبیر بموجب حکم کے بڑے کروفر سے روانہ ہوا جب تاج الملوک کو اُسکے آنے کی خبر پہونچی ارشاد کیا کہ فرش و فروش کی تیاری نئے سرے سے کریں حوضوں کا گلاب بدلوائیں فوارے چھوڑوائیں اور اُسکو لعل بدخشانی کے دالان میں بٹھائیں جب وہ آیا اہلکار اُسی طرح عمل میں لائے شہزادہ آپ بھی وہاں رونق افزا ہوا اور ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھا وزیر نے اُٹھکر مجرا کیا دعائیں دیں پھر التماس کیا آگے اس سے ایک بادشاہی بندہ حضور میں حاضر ہوا تھا اور اُسنے آپکا پیام محبت انجام حضور عالی میں پہونچایا اوصاف پسندیدہ بھی بہت سے بیان کئے بادشاہ کی آتش غضب کو سرد کردیا بلکہ قبلہ عالم کو حضرت کی ملاقات کا مشتاق کیا اس سے کیا بہتر ہے کہ دو چشمے فیض و عطا کے اور دو دریا جود و سخا کے

باہم ملیں تاج الملوک نے کہا جو پیام میری طرف سے لازم تھا حضرت
جہاں پناہ کی طرف سے آیا بسر و چشم مجھے قبول ہے میری بھی آرزو یہی تھی
پھر وزیر نے عرض کی انشاءاللہ بعد ایک ہفتے کے حضرت عالم پناہ یہاں
رونق بخش ہونگے پھر خاصہ یاد فرمایا بکاؤلی رنگ برنگ کا طعام لذیذ
اور خوش گوار جواہر نگار باستوں میں نکلوا کر چاندی سونے کی خوانوں میں
لگا کر نعمت خانے میں لایا اور دستر خوان زربفت کا بچھوا کر کھانا چُن دیا
شہزادے نے وزیر کے ساتھ نوش جان فرمایا اُسکے بعد ارشاد کیا کہ وزیر کے
ہمراہیوں کو بھی تقسیم کر دو لیکن ظروف نقرئی اور طلائی پھیر نہ لیجیو جب لوگوں
کو کھانے سے فراغت ہوئی وزیر رخصت ہو کر شرقستان کو روانہ ہوا اشتاب
حضور والا میں پہونچا تمام ماجرا مفصل ظاہر کیا کہتے ہیں انھیں دنوں میں
تاج الملوک نے ایک رات حمالہ کے سر کا بال آگ پر رکھا وہ اُسی دم
ہزاروں دیوؤں سمیت وہاں آپہونچی تاج الملوک اور محمودہ نے اُٹھکر
سلام کیا اُسنے دونوں کی بلائیں لیں چھاتی سے لگایا ماتھا چوما خیر و عافیت
پوچھی تاج الملوک نے کہا آپ کی سلامتی میں سب طرح کا چین و آرام
میسر ہے کچھ غم نہیں اور کسی چیز کی کمی نہیں لیکن کل ضیافت بادشاہ
شرقستان کی مقرر ہوئی ہے وہ یہاں تشریف لائیں گے میری خواہش
یہی ہے کہ اس سرزمین سے آنکے شہر تک فرش بانائی اور مخمل سرخ اور
سبز کا بچھوا دو اور کوس کوس بھر پر خیمے قاقم اور سنجاب کے طنابیں
کلابتونی پردے دیبا و اطلس کے چوبیں گنگا جمنی اور میخیں طلائی و نقرئی
ہوں ایستادہ کرادو مگر اس افراط سے ہوں کہ بادشاہ کے ہر ایک
چھوٹے بڑے امیر کو جدا جدا آرامگاہ میسر ہو کہ تخلی بالطبع رہے حمالہ نے

دیووں کو حکم کیا انھوں نے تمام رات میں ویسی ہی تیاری کر دی اور
آپ اپنے ملک کی راہ لی صبح کے وقت سرقستان کے بادشاہ نے بموجب
اقرار اپنے وزیروں امیروں کو حکم کیا کہ بھاری بھاری زرق برق کی پوشاکیں
اور کئی ہزار سواروں کا پرا لباس گوناگوں اور ہتھیار بوقلموں سے آراستہ
ہو کر داہنی طرف رہے اور ایسا ہی سجا سجایا بائیں طرف اور ایک غول
سواروں کا مسلح اونچی بنا ہوا آگے اور ہاتھیوں کا حلقہ سنہرے روپہلے
ہودے اور عماریوں سے پیچھے ہر نوجوان نشان بادلہ کا چمکتا ہوا ہاتھ
میں لے کر چست ہوا ٹھاٹھ سواری کا درست ہوا القصہ اس ہیئت
سے سواری کے سامان تیار ہوئے جہاں پناہ ایک جڑاؤ عماری
میں سوار ہوئے اور بکاؤلی مردانہ لباس نہایت پر تکلف اور جواہر
پہنکر کمر آرزو مستحکم باندھکر خواصی میں آ بیٹھی چاروں شہزادے
بھی خلعت شاہانہ زیب بدن کر کے زرق برق سے اپنے اپنے
ہاتھیوں پر سوار ہوئے پھر سواری تاج الملوک کے ملک کو روانہ
ہوئی زین الملوک شہر سے کوس بھر آگے گیا ہوگا کہ ناگاہ زری کے
خیموں کی چمک مانند شعاع آفتاب کے نظر آئی بولا اغلب ہے
کہ یہ وہی مکان ہوں جن پر نگاہ نہیں ٹھہرتی اور آنکھ جھپکی جاتی ہے
وزیر نے عرض کی کہ این گل دیگر شگفت حضرت رات کی رات میں
کچھ کا کچھ رنگ بدل گیا یہاں فقط جنگل تھا جھاڑ جھنکاڑ کے سوا
غلام نے کچھ نہیں دیکھا تھا دم مارنے کی جگہ نہیں تھا قادر کریم نے
ایک مخلوق کو ایسی قدرت دی ہے کہ اسکی صنعت کی کنہ صاحبان
خرد کو دریافت نہیں ہو سکتی اُنکی عقل وادی حیرت میں بھٹکتی ہے

ملک نگارین بہت دور ہے اُس عجائب روزگار نے یہ تماشا دکھایا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمایئے بادشاہ وزیر انھیں باتوں میں تھے کہ اُس کے ملازموں سے ایک شخص نے آکر عرض کی ہمارے آقا کا حکم یوں ہے کہ عالم پناہ کی سواری جس جگہ سے آگے بڑھے وہاں کا اسباب وغیرہ غریب و غربا لوٹ لیں اور خود بدولت ہر ایک منزل میں جس خیمے کو پسند کریں اُس میں استراحت فرمائیں چنانچہ بادشاہ جس جگہ تشریف لاتے اسباب ضیافت کا جو روئے زمین کے بادشاہوں کو میسر نہ تھا وہ مہیا پاتے غرض جس قدر سواری آگے بڑھتی جاتی تھی اسی قدر اسباب کی زیادتی نظر آتی تھی اور عجائب سے طبیعت بیشتر حظ اُٹھاتی تھی تاج الملوک آپ بھی ایک منزل استقبال کے لئے آیا اور سارے لوازم آداب بجا لایا آخر بادشاہ کے ساتھ کمال خوشی اور خرمی سے اپنے قصر مبارک میں داخل ہوا حضرت کو زمرد کے مکان میں اعزاز و اکرام سے بٹھایا اور مکانوں کو آراستہ کیا جابجا نئے نئے فرش بچھ گئے گلاب کے حوضوں میں فوارے چھوٹنے لگے بادشاہ راہ کے عجائبات سے متعجب ہو رہے تھے عمارت اور باغ کی ساخت اور تیاری ملاحظہ فرما کے بیخودی میں آگئے بکاؤلی بھی شہزادے کا جمال و کمال دیکھ کر دیوانی ہو گئی ہوش سے جاتی رہی سچ ہے۔

شعر

جس دم کمان ابرو کوئی تیر کرشمہ چھوڑ دے
سارے دلوں کو چھوڑ دے عاشق کے دلکو توڑ دے

ایک لمحہ کے بعد چیتی ہر طرف آنکھوں کو ملکر دیکھنے لگی جس مکان
پر نظر پڑی اُسکا نقشہ اور جواہر اپنے مکانوں سا دیکھا متحیر ہو کر
جی میں کہنے لگی یہ کوئی بڑا جادوگر ہے کہ میری عمارت کو معلق یہاں
اُٹھا لایا ہے اور اس جنگل کو عالم طلسم بنایا ہے ایک پری جو اُسکے
ساتھ خدمتگاری میں آدمیوں کے بھیس میں تھی اُسے اشارہ کیا کہ نظر غور سے دیکھ اور
بخوبی دریافت کر کہ یہ کیا ماجرا ہے اُسنے متامل ہو کر عرض کی آپکے
مکان جہاں تھے وہیں ہیں اندیشہ نہ کیجئے یہ نئی عمارت ہے اُس
شخص نے یہ کام کیا ہے کہ ایسی نقل بنوائی ہے کہ اصل اور نقل
میں فرق کرنا ہر ایک کا کام نہیں آفریں اسکی چترائی اور دانائی کو یہ
سنکر بکاؤلی بہت خوش ہوئی کہ چور ہیں سے پکڑا اور مال اپنا پایا
چاہتی تھی کہ اُسی وقت افشائے راز کرے اور پردہ درمیان سے
اُٹھا دے لیکن حیا مانع ہوئی جبراً و قہراً قدم صبر و توکل کا گاڑے
رہی القصہ دسترخوان بچھا اور طرح طرح کا کھانا سونے روپے کے
باسنوں میں چن دیا اُسکی حلاوت کی تعریف کیونکر کیجئے کہ زبان قلم
کی بند ہوئی جاتی ہے اور اس خوان کا فدری کاغذ میں نہیں سماتی
حضرت اہل خدمت کے سلیقے اور اہلکاروں کے طریقے دیکھکر
بہت محظوظ ہوئے خاصہ فرزندوں اور مصاحبوں سمیت خوشی
خوشی نوش جان فرمایا اتنے میں ارباب نشاط حاضر ہوئے صحبت راگ
رنگ کی دیر تک رہی۔

اشعار

مطربوں کی ہوئی بلند صدا   ماہ پیکر لگے دکھانے ادا

گل تھمے گئے سراسر بھول   وقت وہ نے کام میں ہوئے مشغول

القصہ اسکے بعد بادشاہ اور تاج الملوک اختلاط کرنے لگے اور باتوں میں مشغول ہوئے شہزادے نے پوچھا کہ آپ کے فرزند کے ہیں حضرت نے چاروں بیٹوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ انکے سوا اب کوئی نہیں ایک اور بھی تھا اُسکے دیدار نحس کی بدولت یہ بلاے ناگہاں مجھپر نازل ہوئی تھی قضاے الٰہی سے میں نے نجات پائی اور وہ اسی حالت میں خدا جانے کہاں نکل گیا تاج الملوک نے یہ سنکر کہا کہ کس سبب سے اس درگاہ عالی کو چھوڑا اور اس دیدہ دولت سے منھ موڑا کوئی اس مجلس میں اُسے پہچانتا ہے یا نہیں یہ سنکر زین الملوک نے اُسکی پیدایش اور اپنی نابینائی کا ماجرا اُس سے آخر تک ظاہر کیا پھر ایک امیر کی طرف جو اُس کا اتالیق تھا اشارت کی کہ اسکے سوا کوئی اُسکی صورت سے واقف نہیں شاہزادہ اُسکی طرف مخاطب ہوا کہ دیکھو تو اس مجلس میں کوئی اُسکی شکل سے مشابہ ہے یا نہیں اس جہاندیدہ نے شاہزادے کا نقشہ اور گفتگو کا ڈھب بغور ملاحظہ کرکے عرض کی کہ اتنے میں کسی کو اس شاہزادے کی صورت اور شکل کے موافق نہیں دیکھتا مگر چہرۂ مبارک میں اکثر اُسکی علامتیں پائی جاتی ہیں اور بول چال کی وضع بھی بہت ملتی ہے سنتے ہی اس کلام کو تاج الملوک اُٹھکر باپ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی کہ میں وہی ناخلف ہوں جو اتنی مدت تک نحوست ایام اور طالع ناکام کے باعث سرگرداں اور اس درگاہ سے محروم رہا شکر ہے کہ دیدار مبارک جس طرح سے

جی چاہتا تھا اسی طرح دیکھا اور قدمبوسی کی جس وضع سے آرزو تھی برآئی زین الملوک نے یہ گفتگو سنکر مارے خوشی کے شاہزادے کو چھاتی سے لگایا سر اور آنکھیں چومیں سجدۂ شکر الہٰی بجالایا پھر بیٹے سے کہنے لگا یہ حشمت اقبال کہ ایزد متعال نے تمکو بخشا ہے ہمکو پہلے ہی اسکا حال تمہارے روز تولد کے زائچہ سے معلوم ہوا تھا الحمد للہ کہ چہرۂ مقصود کو آئینۂ ظہور میں حسب دلخواہ دیکھا بارے آنکھوں میں روشنی دو چند ہوئی یہ کہو کہ آج تک کہاں تھے اور سرو آزاد ہو یا کسی شمشاد قد سے پیوند کیا ہے شاہزادہ بولا کہ غلام کی دو منکوحہ ہیں اگر حکم ہو باریاب ہوں اور قدمبوسی حاصل کریں حضرت نے فرمایا اس سے کیا بہتر شاہزادہ محل میں جاکر دلبر اور محمودہ کو بادشاہ کی خدمت میں لایا وہ دونوں پردے کے پیچھے اس مکان کے قریب آکر ٹھٹک رہیں تب زین الملوک نے کہا کہ یہاں کیوں نہیں آتیں جو انکے دیدار فرحت آثار سے میں نرگس چشم کو منور کروں اور سینہ کو سرور سے بھروں تاج الملوک نے التماس کیا کہ آپ کی یہ لونڈیاں حیا سے نہیں آتی ہیں کہ چاروں شاہزادے انکے بندۂ آزاد ہیں چنانچہ انکی مہر سے انکے چوتڑوں پر داغ موجود ہیں مزاج چاہے تو حضرت بھی ملاحظہ فرمائیں اس راز کے کھلنے سے چاروں کے منہ کا رنگ اڑ گیا شرمندہ ہوکر وہاں سے اٹھ گئے تب وہ دونوں آکر قدمبوس ہوئیں پھر زین الملوک نے تمام سرگذشت ایام جدائی کی اور دلبر اور محمودہ جان کا احوال استفسار کیا شاہزادے نے بھی شدائد سفر اور محنت بیابان کی اور احوال

بھائیوں کے داغ کھانے کا دلبر کے ہاتھ سے اور مروت حمالہ کی اور بیٹا ہونا محمودہ کا لینا گل بکاؤلی کا گلاب کے عوض سے اور بکاؤلی کے دیکھنے کی کیفیت خواب کی حالت میں اور گل مذکور چھین لینا بھائیوں کا اور بنانا باغ اور حویلی کا بیابان میں مفصل ظاہر کیا اتنے میں بادشاہ کو تاج الملوک کی ماں یاد آگئی بولے کہ تمنے تو میری آنکھیں گل بکاؤلی سے روشن کیں اور اپنے دیدار سے دروازہ سرور کا دل غمناک کے آگے کھول دیا اب تجکو بھی لازم ہے کہ اُس درد انتظار کی ماری تمھاری ماں کو یہ مژدۂ جاں بخش سناؤں اور اُس مبتلاے رنج فراق اور تشنۂ دیدار کو تمھارے آنے کی خوشخبری کا شربت پلاؤں یہ کہکر بادشاہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور قلعۂ مبارک میں تشریف لاکر تاج الملوک کی ماں کے پاس گئے اور ایام گزشتہ کی بدسلوکیوں کا بہت سا عذر کیا آگے سے زیادہ سرفراز کیا اور بیٹے کے آنے کا مژدہ دیا آے عزیز تیری عزت بادشاہ کے دربار میں تیری خدمت کے موافق ہوگی چاہیئے کہ شاہزادے کے مانند کار شایستہ کرے تو تیری محبت شاہ کے دل میں موثر ہو اور پیغام اپنی ملاقات کا تجھے بھیجے بلکہ بیابا کانہ آپ ہی تیرے پاس چلا آئے اور بے اختیار تیرا سر اپنی چھاتی سے لگائے اگرچہ پہلے دیدار کے لایق نہ ہو لیکن آخر کار اُسی مقام میں آپ ہو نچائے کہ وہاں تیرا کوئی شریک نہ ہو سکے پھر ایسا کام نہ کیجیو کہ شاہزادوں کے مانند داغ لعنت اُٹھائے اور کس و ناکس کے روبرو رسوا ہو۔

بارھویں داستان بکاؤلی کے رخصت ہونے کی زین الملوک سے اور نامہ لکھنے میں تاج الملوک کو

زین الملوک جب اپنی دارالسلطنت میں داخل ہوا بکاؤلی اُس سے رخصت ہوکر اپنے باغ میں آئی اور ایک اشتیاق نامہ تاج الملوک کے لئے لکھا پھر اُسکو تاج الملوک کی انگوٹھی سمیت سمنرو پری کو کہ خفیہ اُسکے ساتھ گئی تھی حوالے کیا اور کہا جلد جا جس وقت شاہزادے کو کاروبار دنیا سے فارغ اور تنہا پائیو ان دونوں کو اُسکے ہاتھ میں دیجیو وہ اُڑنا ناگن سے لے کر اُسی وقت اُڑی ایک دم میں تاج الملوک کے محل میں آپہونچی اور کسی طرف گھات میں لگ رہی جب تاج الملوک بکاؤلی کے دھیان میں اکیلے مکان میں آبیٹھا یہ اُسکے روبرو جاکر آداب بجالائی اور وہ امانت حوالے کی شہزادے نے انگوٹھی پہچانی اور خط کھول کر پڑھا مضمون یہ تھا۔

نامہ گل بکاؤلی

سخن ابتدا کر بنام خدا — کہ ہے وہ مبرا زچون و چرا
ستاروں سے روشن کیا آسماں — کیئے جن و انسان زمیں پہ عیاں
جمال اور کرشمے پری کو دیئے — جلایا دل آدمی عشق سے

پری پر دیا پھر اسکو شرف ۔ کیا تیر الفت کا اُس کو ہدف
ذرا اپنے پرتو کو لیلی پہ ڈال ۔ ہوا قیس خود بنکے محو جمال
عیاں حُسن کو بنکے شیریں کیا ۔ وہی بنکے فرہاد شیدا ہوا
ہے مہر اُسکے جلوے کی ادنیٰ ضیا ۔ اُسی پر ہے بیتاب ذرہ سدا
چراغ محبت کو روشن کیا ۔ شدہ و راُسپہ پروانہ ہوکے جلا
ہے بعد اُسکے میرا اسلام و پیام ۔ تجھے اے شہ خوبرو نیکنام
ترے چشم و ابرو نے اے شوخ و شنگ ۔ لگائے مرے دلپہ لاکھوں خدنگ
اور اُس زلف و پرخم نے اے گلعذار ۔ کیا مثل قمری مجھے طوق دار
کیا ہے دل وجاں کو خوں عشق نے ۔ جلایا درون و برون عشق نے
مگر یہ سخن ہے غلط مشتہر ۔ کہ اک دلکو ہے دوسرے کی خبر
میں جلتی ہوں تجکو خبر کچھ نہیں ۔ مرے سوز دل میں اثر کچھ نہیں
ترے ہجر میں غمکدہ ہے یہ گھر ۔ اگر تو نہ ہو خلد بھی ہے سقر
ذرا شربت وصل تجھ میں جو ا ۔ لبوں پر میرا دل ہے اے دلربا
کیا دل ترے غم نے ایسا فگار ۔ ہوے ایک ٹکڑے کے ٹکڑے ہزار
میں نا سفتہ گوہر ہوں اے خوش لقب ۔ ہے الماس کی مجکو تجسے طلب
تو دریا ہے اور میں ہوں تشنہ جگر ۔ بجھا پیاس کو میرے جلد آنکر
ترے غم میں جی سے گذر جاؤنگی ۔ اگر تو نہ پہونچا تو مرجاؤں گی
وہ لے میں جو اُٹھوں گی روز جزا ۔ تو ہونگے ترے لعل لب خونبہا
جواب اُسکا پھر دیگا کیا تو مجھے ۔ جو پوچھونگی کا ہیکو مارا مجھے

نہ بول آگے بس اے زبان قلم
دکھانے کو دل کے نہیں یہ بھی کم

غرض تاج الملوک نے مضمون نامہ کا کہ ہر نقطہ بھرا ہوا شوق سے اور ہر حرف پر ذوق سے تھا دریافت کیا عشق کی آگ کہ سینے میں دبی ہوئی تھی بھڑکی سیماب کے مانند بیتاب ہوکر تڑپنے لگا آخرش دل کی بیقراری کو تھا نیا چارہ ناچار صبر کیا پھر قلم فراق رقم کو ہاتھ میں لیکر ایک بند کاغذ کا اٹھا کے نامے کا جواب یوں لکھا۔

نامہ تاج الملوک

اے عاشقوں کی جلانے والی ہے طرز جفا تری نرالی
تو سیم تنوں کی صف شکن ہے تو عشق کی راہ میں راہزن ہے
ابرو تری آنکھ پر وہ خمدار ہے مست کے پاس جیسے تلوار
جادو ہے تری نگاہ پنہاں یا برق برائے خرمن جاں
غنچہ ہے ترے دہن سے دلتنگ آگے ترے لب کے لعل بے رنگ
روشن ہے تجھی سے چشم امید میں ذرہ صفت ہوں تو ہی خورشید
اے نازنین زہرہ جبین واے رشک افزائے بتان چین

تیرے اشتیاق نامے کے مضامین آتشبار نے میرے استخوان کو برنگ شمع جلا دیا اور دل مہجور کو داغوں سے معمور کیا شور و فغاں سے حشر برپا ہوا آہ کا دھواں چار طرف گھٹ گیا اے شمع شب افروز جو داغ تیرے عشق کی سوزش سے میرے سینے میں پڑے ہیں ہرگز نہ مٹیں گے بلکہ جب تک ماہ کے جگر میں کلف ہے یہ بھی چمکا کرینگے یہ سمجھیو کہ تیرا تصور میری آنکھوں سے کسی وقت جاتا ہے یا تیری یاد کسی دم میرا دل بہلاتا ہے کوئی گھڑی نہیں کہ جس میں مجھکو تیری جستجو

نہیں اور تیرے ملنے کی آرزو نہیں ہیں تو تیرا نام سنکر دیوانہ ہو کر آنکھوں سے راہ چلا جان کا خطرہ نہ کیا دیوؤں سے کس کس طرح سازش کی اور انکی گردن میں کمند محبت ڈالی جب کہیں تیرے جمال جہاں آرا کو ذرا دیکھا اور نمک زخم پر چھڑکا فی الجملہ میرے سینۂ سوزاں کی وہ آگ ہے کہ جس کی ایک چنگاری تیرے دل میں جا پڑی یا برق اشتیاق کی ایک تڑپ ہے جو تیرے خرمن کی طرف دوڑ گئی۔

بیت

ہے فیض عشق کی سوزش جو تیری سینے میں شرار ایک ہے لیکن دو آبگینے میں
میں کیا کہوں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے جذبہ تیرا ہی کام کا ہے۔

بیت

تا نہو دلبر کی جانب سے کشش عاشقِ بیچارہ کہ کیا کر سکے
بس زیادہ اس راز سے قلم کو آشنا نہ کیا چاہیئے کہہ گئے ہیں۔ ع قلم کب آشنا ہے راز مشتاقوں سے اور محرم
والسلام پھر خط کو لفافہ کرکے اپنی چشم سرمہ سائے نمناک کو بجائے مہر اسپر رکھا اس کے بعد سمنرو پری کے ہاتھ میں دیا اور زبانی پیام باشتیاق تمام بہت سے دیئے آخر وہ رخصت ہو کے بکاؤلی کے پاس آپہونچی جواب نامے کا حوالے کیا اور زبانی بھی جو کچھ حال تھا کہہ سنایا۔

تیرھویں داستان تاج الملوک کے جانے کی بکاؤلی کے پاس اور قید ہونے میں بکاؤلی کے

القصہ جب بکاؤلی نے تاج الملوک کا اشتیاق اپنے سے دونا پایا اور صبر و قرار طرفین کا بغیر وصال کے محال نظر آیا سمنرو سے کہا کہ حمالہ کو جلد حاضر کرو وہ سنتے ہی دوڑی ایک پلک میں جا پہونچی حمالہ اسکو مضطرب دیکھکر پوچھنے لگی اے بجینا خیر ہے ایسی گھبرائی کیوں آئی ہو وہ بولی خیریت ہے شہزادی نے تمکو یاد کیا ہے دیر نہ کرو جلدی جلدی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور غیر کے بلانے سے بید کی طرح کانپتی ہوئی آئی کیا دیکھتی ہے کہ بکاؤلی نرگس چشم یار سے بیمار ہے اور ہر مژہ فوارے کے مانند اشکبار ہاتم زدوں کی صورت آتش عشق تکدہ میں بنائے بیٹھی ہے آداب بجا لا کر سر سے پانوں تک بلائیں لیکر کہنے لگی اے سمن نشاط واے گلشن انبساط تیرا غنچۂ دل ایسا کیوں تنگ آیا جو تونے اپنا یہ رنگ بنایا کاہیکو شبنم کی طرح روتی ہے کس لئے پھول سے مکھڑے کو گرم گرم آنسوؤں سے دھوتی ہے تیری بلا میرے کو لگے تو ہمیشہ خوش رہے خدا کے واسطے کچھ بات کر بول اپنے دل کے بھید کو مجھپر کھول یہ سنکر بکاؤلی نے کہا ڈھیٹھ دلالہ اتنی باتیں کیوں بناتی ہے جان بوجھ کر بھولی ہوئی جاتی ہے یہ تیری ہی آگ لگائی اور بلا لائی ہوئی ہے ان بتے بازیوں سے

ہاتھ اُٹھا اور اپنی لگائی کو بُتھا یہ کرتوت تیرے داماد کا ہے یا کسی اور کا اور اُسکو تو نے یہاں تک پہونچایا یا کوئی اور لایا غرض میرے پردۂ ناموس میں رخنہ اُسکے ہاتھ سے پڑا اور ننگ کے کُھلے اُسنے مجھے دیکھا اگر اپنا بھلا چاہتی ہے تو چل جا اور اُسے مجھ تک لا حمالہ یہ بات سُنکر ہنس پڑی اور کہنے لگے کہ تمنے اتنی ہی بات کے واسطے رو رو کر منھ سُجایا ہے اور اپنا یہ حال بنایا ہے تم اُٹھو ہاتھ منھ دھوؤ ہنسو بولو اُسکا لانا کتنا کام ہے میں ابھی کان پکڑے لئے آتی ہوں اور ایک آن میں تم سے ملاتی ہوں آخر وہ ننکا شہرستان کی طرف دوڑی گئی بات کی بات میں تاج الملوک کے پاس آپہونچی اور مسکرا کر کہنے لگی اُٹھ رے پروانے اُڑ چل تجھے تیری شمع نے یاد کیا ہے یہ سُنتے ہی شہزادہ بے اختیار اُسکے پاؤں پہ گر پڑا حمالہ نے اُسکا سر اُٹھا کر چھاتی سے لگایا پھر کاندھے پر بٹھا کر بکاؤلی کے ملک کا راستہ لیا اس اثنا میں جمیلہ خاتون کے کان میں یہ بھنک پڑی کہ تمھاری بیٹی بروگن سی بنگئی ہے شاید کسی آدم پر وہ پریزاد دیوانی ہوئی ہے اس بات کی تحقیق کرنے کو وہ بکاؤلی کے پاس آئی اور آثار عشق کے اُس میں دیکھکر بہت خفا ہوئی اور اپنا منھ پیٹ کر بولی اری کنواری تھتکاری تو ناپید ہو یہ کسکے پیچھے بروگ لیا ہے اور کس کے لئے یہ جوگ سا دھا ہے پریوں کا ننگ و ناموس تو نے کھویا اور کُل کا نام ڈبویا اُس نے یہ باتیں سُنکر کانوں پہ ہاتھ رکھدیا اور صاف مکر گئی قسمیں سخت سخت کھانے لگی ماں کے پاؤں پہ گر پڑی اور کہنے لگی میں نے تو آج تک عشق کا نام نہیں سُنا اور آدمی کو خواب میں بھی نہیں دیکھا

کسی نے طوفان جوڑا اور تہمت کی اُسکا نام سچ بتادو نہیں تو میں اپنا
خون کرونگی اور جان دونگی یہ حالت اُسکی دیکھکر ماں ہی تو تھی پگھل گئی
مگر ظاہر میں رُکھائی سے بولی چل چپ رہو اتنے چھنال گھنگوسے لٹے نکمہ
لشوے نہ بہا اتنے میں حمالہ اُس مشتاق کو لے کر پہونچی سمنرو پری
تو محرم راز تھی اُس نے اشارے سے آگاہ کر دیا کہ وہ مسافر بھی
آپہونچا شہزادی نے بھی اشارے سے کہا کہ ایک مکان محفوظ میں
چھپا رکھو غرض پہر رات گئے تک تو بکاؤلی چار ناچار ماں کے پاس
بیٹھی رہی جب وہ پلنگ پر جاکر سو رہی بکاؤلی نے دیکھا کہ خوب
غافل ہوئی وہاں سے اُٹھی اور دبے پانوں چلی دل خوف سے
دھڑکتا اور جی شوق سے پھڑکتا تھا قصہ مختصر اسی صورت سے
شہزادے کے پاس پہونچی اُسکی نگاہ جوہیں اس سراپا ناز پر پڑی
ہوش جاتا رہا غش ہو کر پڑا جب تو یہ گھبرا کر دوڑی اُسکا سر اُٹھا کر
اپنے زانو پر رکھ لیا منھ سے منھ اور گال سے گال رگڑنے
لگی اُس غنچہ دہن کی بو کہ گلاب سے بہتر تھی سونگھتے ہی شہزادے
کے دماغ میں قوت آگئی ہوش میں آیا آنکھیں کھولدیں اپنے سر کو
اُس زہرہ جبین کے زانو پر دیکھا کو کب بخت کو اوج پر پایا
خوش و خرم اُٹھ بیٹھا پھر تو پیار کی آنکھیں طرفین سے پڑنے لگیں
یہاں تک کہ ٹکٹکی بندھ گئی آخر شراب شوق کا پیالہ چلنے لگا نشۂ
اشتیاق دونوں کو چڑھا پردۂ حجاب بیچ سے اُٹھ گیا چالاکی اور
بیباکی کا بازار گرم ہوا شرم و حیا نے کنارہ کیا جام وصل دونوں نے
پیا اور آتش فراق کو ٹھنڈا کیا۔

مثنوی

ہزار افسوس پھر یہ چرخ پر زور | کریگا مشتری کو ماہ سے دور
جہاں دو شخص بیٹھے ملکے اکجا | وہیں سنگے جدائی اس نے پھینکا
جو دے اکدل میں نور آشنائی | تو بخشے اسکو سو داغ جدائی
غلط ہے یہ کہاں اسمیں وفا ہے | کماں میں اسکی بس تیر جفا ہے

اتفاقاً جمیلہ خاتون آدھی رات کے وقت چونک پڑی چاندنی کی بہار سے باغ بھی اسوقت نور باغ بن رہا تھا بیدھڑک اٹھ کھڑی ہوئی اور سیر کرنے لگی ناگاہ اس جگہہ جہاں وہ دونوں خوابیدہ بخت سوتے تھے جانکلی اس حالت کو دیکھتے ہی اسکی آتش غضب کا شعلہ بھڑکا غصہ روکا نہ گیا تاج الملوک کو مانند سنگ فلاخن صحرائے طلسم میں پھینکا اور بکاؤلی کے گل رخسار کو طمانچوں سے گل ارغواں بنادیا اسکے بعد گلستان ارم میں کہ اسکے باپ کا تختگاہ تھا اپنے ساتھ لے گئی اور جو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا فیروزشاہ سے کہا اس نے کتنی پریاں خوش بیان چرب زبان اس شمع رو کی مصاحبت میں مقرر کیں کہ اسکو نصیحت کیا کریں اور انسان کا نقش الفت اسکے لوح دل سے دھویا کریں چنانچہ وہ اِس کام میں دن رات مشغول تھیں لیکن بکاؤلی کی دبی ہوئی آگ عشق کی انکی باتوں سے سلگ اٹھتی تھی شعلۂ اشتیاق دونا بھڑک جاتا تھا دن ہر کسی کے ساتھ بیٹھکر کاٹتی تھی اور رات پھر یار کے خیال میں جاگتی تھی اور یہ غزل اپنے حسب حال پڑھتی تھی۔

غزل

کوئی نہ میری طرح کبھی ہو مبتلائے فراق
تمام عمر نہ سر سے گئی بلائے فراق

غریب و عاشق و بیدل فقیر سرگردان
خطاب دیتا ہے کیا مجکو بادشاہ فراق

ہمیشہ سینۂ سوزاں سے شعلے اٹھتے ہیں
دل و جگر کو جلاتے ہیں اژدہائے فراق

فراق کو تری فرقت کا مبتلا یہ کروں
کہ خوب خون جگر روئیں دیدہائے فراق

کہاں فراق کہاں میں کہاں وہ رنج و تعب
فلک کے ہاتھ سے اب ٹوٹ جائیں پائے فراق

میں داد پاؤں کہاں کیا کروں کہوں کس سے
فراق کو بھی کوئی ہے جو دے سزائے فراق

اگر فراق ہے مجکو جان سے ماروں
سرشک دیدہ سے بھر دوں میں خم نہائے فراق

بقول حافظ شیراز اب میرے دل سے
برنگ مرغ سحر آتی ہے صدائے فراق

جب پریوں نے اسکے مزاج میں دن بدن سودے کو بڑھتے پایا جانا کہ عشق نے اسکے دل میں گھر بنایا ناچار ہوکر فیروزشاہ سے عرض کی کہ ہمنے اپنا بہتیرا مغز پھرایا مگر فائدہ کچھ نہ پایا وہ کسی طرح نہیں سمجھتی پتھر کو جونک نہیں لگتی خیر شرط تھی سو کی آگے جو ارشاد ہو فیروزشاہ نے اس ماجرے کو سنکر جانا کہ بیٹی ہاتھ سے جاچکی نصیحت مطلق نہیں سنتی بکاؤلی کو طلسمات میں قید کیا اُس سیمتن کے پانوں میں سونے کی زنجیر کو جکڑ دیا۔

چودھویں داستان تاج الملوک کے دریائے محیط میں پڑنے کی اور سلامت پہونچنے کی وہاں سے بیابان میں اور تبدیل ہو جانے میں صورت اصلی کے

کہتے ہیں کہ جب جمیلہ خاتون نے شاہزادے کو ہوا پر پھینکا وہ ایک
دریائے عظیم میں جا پڑا اور اسکے تلاطم سے تہ و بالا ہونے لگا کبھی موتی
کے مانند نیچے جاتا تھا اور کبھی حباب دریا کی طرح پانی پر تیر آتا تھا چند روز
کے بعد کنارے پر پہونچا سچ ہے کہ عاشقوں کی جان عزیز تک اجل کا ہاتھ
یکایک نہیں پہونچتا اور موت کا پنجہ اسکے مرغ روح کی گردن نہیں
مروڑ سکتا کوئی رمق جان باقی رہی تھی تری سے خشکی میں آیا آفتاب کی
گرمی سے ہاتھ پاؤں کھلے حرکت کے قابل ہوئے اور بدن میں زور
پیدا ہوا اٹھکر ذرا آگے بڑھا سامنے ایک جزیرہ نظر آیا اُس میں جاکر وارد
ہوا اقسام اقسام کے میوہ دار درخت اُس میں تھے اِدھر اُدھر
پھرنے لگا اتنے میں ایک ایسا باغ نظر آیا کہ اسکے درختوں کے پھل
آدمیوں کے کلے کے مانند تھے یہ جو اُنسے دوچار ہوا وہ پھل کھلکھلا کر ہنس پڑے
پھر سب کے سب زمین پر گر پڑے ایک ساعت کے بعد اور نکلے
اُن شاخوں میں پیدا ہوئے شاہزادہ یہ تماشا خدا کی قدرت کا دیکھکر
نہایت حیران ہوا بلکہ ڈرا اور وہاں سے آگے بڑھا ایک باغ انار کا

ملا اُس میں ہر ایک انار گھڑے کے برابر تھا تاج الملوک نے ایک انار
جو توڑا اُس میں سے چھوٹے چھوٹے چرند خوشرنگ نکل آئے پھر سب کے
سب چڑیوں کی طرح اُڑ گئے شاہزادہ یہ صنعت خالق کی دیکھکر اور
بھی دنگ ہوا علی ہذا القیاس ایسے ہی ایسے عجائب اور غرائب چند روز
تک دیکھا کیا غرض جس سرزمین پر جا پہونچتا ایک نیا ہی تماشا نظر آتا کسی طرح
وہاں سے رہائی نہ پاتا تھا ایک دن نہایت تنگ ہو کر ہر طرف سے لکڑیاں
جمع کیں پشتارا باندھا پھر خدا کا نام لے کر دریا میں ڈالدیا اور اُسپر
جا بیٹھا کئی روز کے بعد وہ ایک کنارے پر جا لگا یہ اُترکر ایک بیابان
ہولناک میں جا کر وارد ہوا شام کے وقت درندوں کے ڈر سے
درخت پر جا بیٹھا پھر رات ہو گئی ایک سناٹے کی آواز دکھن کی
طرف سے کان میں پہونچی ہرچند شاہزادے نے داہنے بائیں دیکھا
لیکن کوئی نظر نہ آیا آخرش ایک اژدہا پہاڑ سا نظر آیا اور اُسی درخت
کے نیچے کہ جسپر شاہزادہ تھا آیا اُسکی صورت دیکھنے سے اُسکے حواس
اُڑ گئے درخت کی ڈالی سے لپٹ کر دم بخود ہو گیا ایک ساعت کے بعد
اژدہے نے ایک کالا سانپ اپنے منھ سے نکالا اور اُسنے ایک من
آفتاب سا چمکتا ہوا اُگل کر درخت کے نیچے رکھدیا اُسکی روشنی سے
چار کوس کے عرصہ تک جتنے جنگل پہاڑ تھے روشن ہو گئے اور وحوش
وطیور اُسکے آگے آ کر ناچنے لگے آخر مدہوش ہو کر گر پڑے وہ اُنکو دم کی
کشش سے کھینچ کھینچ کر نگلنے لگا یہاں تک کہ اُسکا پیٹ بھر گیا سانپ
اُسکے من کو نگل گیا اور وہ سانپ کو پھر جس طرف سے آیا تھا
اُسی طرف کو چلا گیا شاہزادے کے جی میں یہ لہر آئی کہ ایسی تدبیر

کیجئے کہ جو یہ من ہاتھ لگے عقل دوڑانے لگا آخر سوچتے سوچتے صبح ہو گئی
پھر دریا کی طرف گیا اور وہاں سے ایک بڑا لوندا کیچڑ کا اٹھا لایا اور شام
کے وقت درخت پر چڑھ کر اُسی طرح بیٹھ رہا اژدہا بھی اپنے وقت معین
پر آپہونچا اور بدستور سانپ کو منھ سے نکالا اور اُس نے من کو شاہزادہ
گھات میں بیٹھا تھا اس حکمت سے اُس گل حکمت کا لوندا من پر
ڈالا کہ گل حکمت کر دیا تمام اندھیرا ہو گیا ہاتھ کو ہاتھ سوجھنے سے رہ گیا
اژدہا اور سانپ سر پٹک پٹک کر مر گئے نور کے تڑکے درخت سے
اترا اور وہ مہرۂ نورانی کیچڑ سے نکالکر اپنی کمر میں باندھا اور آبادی کی
توقع پر آگے چلا تمام دن دشت پیمائی اور صحرا نوردی میں کاٹتا تھا
جب رات ہوتی تھی کسی درخت پر چڑھ کر بیٹھ رہتا تھا غرض دن رات
اسی طرح بسر کرتا تھا اتفاقاً ایک رات کو جس درخت پر بیٹھا تھا اُسپر
ایک بولتی ہوئی مینا کا آشیانہ تھا وہ اپنے بچوں کو اکثر کہانیاں نقلیں
سنایا کرتی تھی اور ہر ایک فن کی گھاتیں بتایا کرتی تھی اس لئے کہ
کان پڑی بات ایک نہ ایک دن کام آرہتی ہے اُس رات کو بچوں نے
مینا سے کہا اے اماجان کوئی بات اس بیابان کی تو کہو مینا بولی کہ
اس جنگل میں گنج بیٹھا رہا بچا گڑا ہے اور اُسکے سوا یہاں سے دکھن
کی طرف ایک حوض کے کنارے ایک بڑا درخت ہے کہ اُسکو سراج القطب
کہتے ہیں اگر کوئی اُسکے پوست کی ٹوپی بناکر پہنے تو وہ کسی کو نظر نہ آئے
اور وہ سب کو دیکھے لیکن اُس تک کوئی پہونچ نہیں سکتا کیونکہ اُسکا
ایک بڑا سانپ نگہبان ہے اُسپر تلوار اور تیر کچھ کارگر نہیں ہوتا بچوں
نے مینا سے پوچھا کہ پھر کس طرح کوئی وہاں پہونچے مینا نے کہا ایسا کوئی

جوانمرد ہو کہ گھبرا نہ جاوے اور ہمت باندھے ہوئے اُس حوض کے
کنارے آپ کو پہونچاوے وہ سانپ لپک کر جب اُسپر آوے
وہ حوض میں کود پڑے فوراً اُسکی صورت کوّے کی ہو جاوے گی
کچھ اُسکا اندیشہ نہ کرے اور اُڑ کر اُس درخت کے پچھم طرف ڈالی پر
جا بیٹھے اُس میں کتنے سبز اور کتنے لال پھل لگے ہیں اگر لال پھل توڑ کر
کھا جاوے تو پھر اپنی اصلی صورت پر آجاوے اور سبز پھل کی یہ تاثیر
ہے کہ جو اُسکو سر پر رکھے تو کوئی حیوان پر اثر نہ کرے اگر کمر میں باندھے
تو ہوا پر اُڑتا پھرے اور پتوں کا خواص یہ ہے کہ زخم پر اُنھیں رکھے
تو فوراً بھر آوے اگر اُسکی لکڑی ہزار من لوہے کے قفل کو چھوا دے
تو اُسی وقت کھل جاوے تاج الملوک یہ عجیب و غریب باتیں سنکر
حد سے زیادہ اس درخت کا مشتاق ہوا صبح ہوتے ہی اُس پتے پر
چلا بہر صورت آپ کو اُس حوض تک پہونچایا سانپ بھی اُسکو دیکھتے ہی
لپکا شہزادہ مطابق نصیحت کے حوض میں کود پڑا پھر کوّا بنکر اُس درخت کی
اُسی پچھم والی ڈالی پر جا بیٹھا اور ایک لال پھل کھا کر اپنی اصلی صورت
پر آگیا پھر اُسکے بعد کچھ سبز پھل توڑ کر کمر میں باندھے اور ایک لکڑی
بھی لاٹھی کے موافق لے لی پھر تھوڑی سی چھال کہ جس میں ڈلی
پتے اور کچھ پتے لے کر وہاں سے اُڑا چند روز کے بعد جنگل سے باہر
نکلا آثار آبادی کے دکھائی دیئے وہاں ایک ٹکڑا لکڑی لیکر اپنی ران
کو چیرا اور کالے کا من اُس میں رکھکر وہی پتے زخم پر باندھ دیئے فوراً
اچھا ہو گیا پھر وہاں سے آبادی کی راہ لی۔

پندرھویں داستان پہونچنے میں تاج الملوک کے ایک حوض پر اسمیں غوطہ مارکے تبدیل ہونا اسکی شکل کا

نقل ہے کہ تاج الملوک ایک سنگ مرمر کے حوض پر جس کے چار طرف رنگ برنگ کے پھول پھولے ہوئے تھے جا پہونچا وہ سہانی جگہ اور ٹھنڈی چھاؤں دیکھکر شاہزادہ ایک آن سو گیا جب آنکھ کھلی اور پانی کی صفائی ملاحظہ فرمائی ٹوپی اور عصا ایک درخت کے نیچے رکھکر اُس میں اُترا اور غوطہ مارا جو ہیں پانی سے باہر نکلا اُس حوض اور مکان کو نہ پایا بلکہ ایک شہر کے متصل جا پہونچا اسکے سوا کیا دیکھتا ہے کہ علامت مردی کی جاتی رہی اور صورت عورتوں کی سی ہوگئی گل سے رخسارے کہ خط سبز سے سبزہ زار تھے یاسمن کے مانند مصفا ہوگئے اور صندل سی چھاتی پر آثار کچون کے نمود ہوے تاج الملوک اس آفت ناگہانی سے نہایت گھبرایا صبر کے سوا اور کچھ تدبیر نہ سوجھی ناچار شکیبائی اختیار کی اور ایک جگہہ شرمندہ ہوکر بیٹھ گیا اِس میں ایک جوان وہاں آیا اُس نے دیکھا کہ ایک عورت نوجوان پاکیزہ رو نہایت حسین بیٹھی ہے اگر حور کہئے تو روا ہے اور پری کہئے تو بجا ہے غرض جوان کا دل اُسیر آگیا پوچھا اے نازنین تجھپر کیا آفت پڑی ہے جو اس ویرانہ میں آکر بیٹھی ہے اُسنے کہا میرا باپ تاجر تھا جہاں تجارت کے واسطے جاتا تھا مجکو اپنے ساتھ

لیجاتا تھا کل اس جنگل میں مع قافلہ آکر اترا آدھی رات کو ڈاکہ پڑا
بہت مال لٹ گیا وہ رفیقوں سمیت مارا گیا ساتھ چھٹ گیا
قافلے کے لوگ اپنی اپنی جان لے کر بھاگ گئے فقط میں اس ویرانہ
میں بیکس رہگئی اب یہاں نہ کہیں رہنے کا ٹھکانا ہے نہ بیٹھنے کا
نہ طاقت چلنے کی ہے جوان نے کہا اگر تو مجھے قبول کرے تو میں
تجھے اپنے گھر لے چلوں اور صاحب خانہ بنا کے رکھوں اسکی بھی
آتش شہوت جوان کے دیکھنے سے شعلہ زن ہوئی تھی اس بات پہ
راضی ہو کر اسکے ساتھ گیا جو رو بننے کے سوا اور کچھ بن نہ آیا اس
واردات عجیب سے کبھی ہنستا اور کبھی روتا ہر طرح سے اپنے
دن کاٹتا اس اثنا میں آسے حمل نمود ہوا نو مہینے کے لعبد ایک بچہ
جنا چالیسویں روز ایک حوض میں کہ اسکے گھر کے نزدیک تھا
جا کے ایک غوطہ مارا جونہیں سر اٹھایا تو دیکھا نہ وہ سرزمین ہے
اور نہ وہ صورت خدا کی قدرت سے آپ کو ایک حبشی جوان
کی شکل دیکھا کہا الحمد للہ اگرچہ جمال اصلی تو نہیں ملا لیکن عورت
سے پھر مرد تو ہوا غرض اسی خیال میں تھا کہ ناگاہ ایک عورت
حبشن کی سی وضع اوپر کا ہونٹھ اسکی ناک کی پھننگ سے لگا ہوا
اور نیچے کا ٹھوڑی کے نیچے پڑا ہوا کان شانوں تک چھاتیاں
رانوں تک سر کھولے ہوئے زبان سے ہونٹھ چاٹتی ہوئی
سامنے سے نمود ہوئی اور اس کی کمر پکڑ کر پکاری کہ
اے بے حمیت تین دن سے لڑکے بھوکے پیاسے مرتے ہیں
اور میں تیری تلاش میں سرگردان پھرتی ہوں تو کہاں غیب رہا تھا

پھلا جو ہوا سو ہوا اب دو تین دن کی لکڑیاں تو لا کہ انکو بیچکر لڑکے
بالے کھانے کو لائیں تاج الملوک نے آسمان کی طرف دیکھکر
کہا خدایا کب تک مجکو اس عذاب میں گرفتار رکھیگا ابھی دیو
کے ہاتھ سے چھوٹ کر دم نہیں لیا تھا کہ بلا کے پنجے میں پھنسا
قصہ کوتاہ وہ ناپاک کشاں کشاں اپنے گھر لیگئی چار طرف سے
لڑکوں نے آکر گھیر لیا کہ بابا ہمارے واسطے کیا لائے شہزادہ
چپکا ایک ایک کا منھ دیکھنے لگا اتنے میں اس چڑیل نے ایک کلھاڑی
تاج الملوک کے ہاتھ میں دی کہ جا کر لکڑیاں کاٹ لا شہزادہ اس
فرصت کو غنیمت سمجھا جنگل میں گیا لیکن اس طلسمات عجیب کی حالت
سے حیران تھا دل میں سوچا کہ دوبارہ حوض میں غوطہ مارنے
سے صورت تبدیل ہو چکی ہے تیسری دفعہ بھی امتحان کیجئے اور دیکھئے کہ اب
کیسی شکل بنتی ہے پھر ایک حوض میں جا کر غوطہ مارا جیب سر نکالا آپ کو
بصورت اصلی پہلے حوض کے کنارے پر پایا لاٹھی اور ٹوپی کو بے تفاوت
رکھے ہوے دیکھا سجدہ شکر کا درگاہ الٰہی میں بجا لایا اور دل میں ٹھہرایا
کہ اب کسی حوض میں غسل نہ کیجئے بلکہ ہاتھ بھی نہ ڈالئے پھر لاٹھی ہاتھ میں
لے اور ٹوپی سر پر رکھ روانہ ہوا اے یاران دہر حق تعالیٰ نے
بنی آدم کے سر پر کرامت کی ٹوپی پہنا کر اور عصمت کا عصا ہاتھ میں
دیکر طلسم گاہ دنیا میں کہ مزرع آخرت ہے عاقبت کی تکمیل کے لئے
بھیجا ہے پس انسان کو چاہیئے کہ گل اور خار اور آب و شراب
خوب پہچانے ہر ایک باغ کے پھول کو نہ سونگھے ہر ایک نہر سے
گھڑا نہ بھرے کہ یہاں کانٹے گل سے رنگین اکثر ہیں اور شراب

بصورت آب ادھر اُدھر ہے آے عزیز اگر گوہر دنیا کے لینے کو چشمۂ جہان میں غوطہ ماریگا مقرر اپنا کلاہ اور عصا کھو دیگا یہہ حکم اس بات پر ہے کہ طالب دنیا مونث ہیں اور طالب مولی مرد ہیں تیرا پیکر معانی جو مانند مرد کامل ہے بصورت زنان ناقص العقل ہو جائیگا پس اسوقت شکیبائی کے سوا کچھ چارہ نہیں چاہیئے کہ دم بخود ہو کر پھر دریاے ذکر الٰہی میں غوطہ مارے اس کے بعد جو سر اُٹھا دیگا وہی عصا ہاتھ میں اور وہی ٹوپی سر پہ دیکھے گا۔

سولھویں داستان پہونچنے میں تاج الملوک کے دیو سیاہ پیکر کے مکان میں اور ملنے میں بکاؤلی کی چچازاد بہن روح افزا سے

نقاش سخن اس حکایت کی تصویر صفحۂ بیان پر یوں کھینچتا ہے کہ جب تاج الملوک نے یہہ صدمے اُٹھائے پھر زمین پر پانؤں رکھنا چھوڑ دیا سبز میوے کی قوت سے ہوا پر جاتا تھا ایک روز ایسے پہاڑ پر گذرا کہ کوہ قاف بھی اُسکے آگے ایک پشمہ سا نظر آئے اُس پر ایک پتھر کی حویلی دیکھی شاہزادہ تفتیش حال کے لیئے اُس میں گیا ہر چند پھرا لیکن کسی ذیحیات کا اثر وہاں نہ دیکھا ہر ایک مکان کو ڈھونڈھنے لگا ناگاہ ایک آواز دردناک اُسکے کان میں آئی

وہاں جاکر دیکھا ایک عورت خوب حسین کہ جسکی صفائی پر نظر پھسلی جاتی
تھی بلکہ اُسکے دیکھنے سے ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ چلی آتی تھی پلنگ
پر لیٹی ہچکیاں لے لے روتی تھی شہزادے نے سر سے ٹوپی اُتار کر
اُس سے پوچھا کہ اے آرام جان اس جوانی کے عالم میں تیری جدائی
تیرے عاشق بیدل کے دل پر ایک ستم ہے اور تیرے تریاق وصل
سے دوری اُسکی حق میں سم ہے تو نے اُس سے کنارہ کیوں کیا
اور داغ فراق کا اُس بیچارے مشتاق کے دل پر کسواسطے رکھا
اس نازنین کو یہ کلام رندانہ سنکر بہت حیا آئی اور اُس چھیڑ چھاڑ
کی باتوں سے نہایت شرمائی پھر دوپٹے کا آنچل مُنھ پر لے کر
بولی ارے تو کون ہے مگر تلاشی عزرائیل کا ہے جلدی یہاں سے
بھاگ نہیں تو ابھی مارا جائیگا تاج الملوک بولا اگر میرا سر کوئی الحقیقت
میرے نزدیک ایک بار ہے تجھے رغبت ہو تو حاضر ہے اور جو کسی
دشمن سے ڈراتی ہے تو ہرگز میں نہیں ڈرتا۔

شعر

نہیں ڈرتا میں مرنے سے ڈراتی ہے تو کیا مجھکو
کہ جی پر کھیلنا ہے سہل رندِ لا اُبالی کا

بہرحال تو مجھے اپنے حال سے مطلع کر اُس زہرہ جبین نے
سر اُٹھا کر کہا کہ میں پری ہوں اور میرا نام روح افزا ہے مظفر شاہ
تخت نشین جزیرہ فردوس کا میرا باپ ہے ایک روز میں اپنے
چچا کی بیٹی کی عیادت کے لئے کہ اُسکا نام بکاؤلی ہے گلستان ارم
میں گئی تھی پھرتے ہوئے ایک دیو سیاہ رو نے راہ میں مجھے پکڑا

اور یہاں لے آیا اب مجھسے نزدیکی کیا چاہتا ہے اور میں دور بھاگتی ہوں اس واسطے مجھکو نئی نئی طرح سے ستاتا ہے اور ہر روز ایک آفت تازہ میرے سر پہ لاتا ہے یہ سنکر تاج الملوک نے پوچھا کہ تیرے چچا کی بیٹی کو کیا مرض ہے اسنے کہا وہ کسی آدم زاد سے عشق رکھتی ہے مگر مدت کے بعد اسسے بہزار خرابی وہ ملا تھا ایسا بجوگ پڑا کہ پھر جدا ہو گیا اب اسکے فراق میں وہ رشک متوسہ مجنوں کے مانند دیوانی ہو رہی ہے اور اپنی جان شیریں کو اس فرہاد وقت کے غم میں کھو رہی ہے کچھ اسکا تدارک نہیں ہو سکتا اس لئے میرے چچا نے اسکو قید کیا ہے اور ناچاری سے اسکی اذیت کا صدمہ اپنے اوپر لیا ہے اس ماجرے کو سنکر شہزادے کی حالت تغیر ہو گئی آنکھیں بھر آئیں لب پر آہیں دل و دماغ میں خلل ہو گیا چہرے کا رنگ اڑ گیا روح افزا نے یہ حالت دیکھ کر کہا باوجود ان گرمیوں کے موجب آہ سرد کا کیا ہے شہزادہ بولا کہ میں وہی گرفتار بلا ہے دوری ہوں جسکی مجبوری سے تیرے چچا کی بیٹی کی وہ حالت ہوئی ہے ادھر اسکا دل گھبراتا ہے ادھر میرا آوارگی میں جی جاتا ہے غرض شاہزادے نے اپنا تمام قصہ روح افزا کے روبرو کہا وہ سنکر نہایت متعجب ہوئی اور دونوں کی محبت پر ہزار ہزار آفریں کی اسکے بعد کہنے لگی اگر میں اس دیو کی قید سے نجات پاتی تو تیرے جگر کے زخم پہ مرہم لگاتی شاہزادے نے کہا اب تجھکو کون روک سکتا ہے اس قید خانے سے ابھی نکل جس طرف تیرا جی چاہے شوق سے چل اگر اس دیو کا تیرے جی میں

ڈر ہے تو دیکھ لیجیو کہ ایک ہی حملے میں اُسکا کیا حال کرتا ہوں لیکن اندیشہ یہ ہے کہ میرے پاس کوئی حربہ نہیں روح افزا نے دیو کا سلح خانہ اُسکو بتا دیا اُسنے پھر وہاں جاکر ایک تیغ آبدار اُٹھا لیا اُسکے پاس جاکر سراج القرطب کا عصا پاؤں میں چھوایا بیڑیاں اُس نازنین کے پائے نازک سے کٹ کر گر پڑیں اسکے بعد دونوں نے جزیرۂ فردوس کی راہ لی چنداں دور دونوں نہ گئے تھے کہ ناگاہ ایک آواز مہیب پیچھے سے آئی روح افزا نے کہا اے شاہزادے ہوشیار ہو دشمن خونخوار آن پہونچا فوراً تاج الملوک نے کلاہ بغل سے نکالکر روح افزا کے سر پر رکھدی اور آپ دیو کی طرف متوجہ ہوا دیو بھی سامنے آیا شاہزادے نے للکار کر کہا کہ او دیو لعین خبردار قدم آگے نہ بڑھانا نہیں تو ایک ہی ہاتھ میں دو ٹکڑے کرونگا دیو یہ سنکر بجلی کی طرح تڑپا اور دانت نکالکر بولا عجب تماشے کی بات ہے کہ چیونٹی ہاتھی سے مقابلہ کیا چاہتی ہے اور چڑیا سیمرغ سے لڑا چاہتی ہے مجھے ننگ آتا ہے کہ مکھی کے خون سے کیا ہاتھ بھروں اور جس ہاتھ کے طمانچے کا زور کوہ قاف کے منھ کو پھیر دے ایک مشت خاک پر کیا ماروں خیر میری معشوقہ کو مجھے دے اور تو اپنی راہ لے کہ میرا دل اُسکے شمع جمال پر پروانہ کی طرح جلتا ہے اور اُسکے سوز عشق سے دمبدم پگھلتا ہے شاہزادے نے کہا اے مردود گندہ دہن لائق نہیں کہ تو روح افزا کو اپنی معشوقہ کہے خدا کا خوف کرتا ہوں نہیں تو ابھی تیری زبان کاٹ لوں دیو نے یہ زبان درازی اور لاف زنی شاہزادے کی دیکھ کر دیگ کے مانند

آتش غضب سے جوش میں آکر سو من کا پتھر اُٹھا کر شہزادے کی طرف پھینکا وہ اُس سبز مہرے کے زور سے اُچک کر ہوا پر جاتا رہا اور سراج القرطب کا عصا ایسا دیو کی گردن پر مارا کہ تمام بدن اُسکا کانپ گیا اُسکے بعد غصے سے کہا کہ دور ہو اے لعین ابکی بار تو میں نے رحم کیا اگر ایک ہاتھ اور مارتا تو دو ہی کر دیتا جب دیو نے حریف کو نہایت شہ زور پایا ایسا شور مچایا کہ چاروں طرف سے ہزاروں دیو گاؤ سر اور فیل تن آپہونچے شہزادے کو گھیر لیا تاج الملوک نے بھی اُسی میدان میں جیسی چاہیے ویسی ہی جوانمردی کی داد دی اور دیوؤں کی لڑائی بات کی بات میں مار لی۔

اشعار

یہ تلوار کی اس جری نے وہاں ۔۔۔ زمیں ہلگئی کانپ اُٹھا آسماں
لڑائی نے ہر سمت گاڑے تھے پا ۔۔۔ کہیں صلح کے ہاتھ آئی نہ جا
کیئے قتل اُسنے تو لاکھوں پلید ۔۔۔ پہ تیغ اُسکی کہتی تھی ہل من مزید
وہ انسان دیوؤں سے ایسا لڑا ۔۔۔ کہ مریخ کہنے لگا مرحبا
تڑپتے تھے خاک پر بیشمار ۔۔۔ زمیں ہوگئی تھی کف رعشہ دار
بہا تھا یہ اُنکے تنوں سے لہو ۔۔۔ کہ تھی کوہ پر خون کی آب جو
غرض جو بچے بھاگے پھرتی کے ساتھ ۔۔۔ رہا کھیت بس شاہزادے کے ہاتھ

لیکن تاج الملوک لڑتے لڑتے اور چالاکیاں کرتے کرتے بہت تھک گیا تھا غش کھا کر گر پڑا روح افزا دوڑی آئی اور سر اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھا گلبرگ سا ہاتھ اُسکے سینے پر پھیرا اور اپنے بوسے دہن سے کہ رشک غنچۂ گل تھی ہوش میں لائی اور ڈلی سر سے اُتار کر شہزادے کے آگے رکھدی اور اُسکی جوانمردی پر ہزار ہزار آفرین کی پھر اُٹھ کر

جزیرہ فردوس کی راہ لی جب دونوں نزدیک شہر کے پہونچے روح افزا
تاج الملوک کو ایک باغ میں کہ اُسکا نام بھی روح افزا تھا بٹھا کر آپ
ماں باپ کی ملاقات کے لیئے گئی انھوں نے اُسکے آنے سے زندگی
دوبارہ پائی اُسکا ماتھا اور آنکھیں چومیں پھر سرگذشت پوچھی روح افزا
نے اذیت دیو ستمگار کی اور مروت اور جوانمردی شاہزادے
شجاعت شعار کی بیان کی لیکن یہ نہ کہا کہ بکاؤلی کا عاشق وہی ہے
مظفر شاہ سنتے ہی اُٹھکر باغ میں گیا اور شہزادے کا شکر و احسان بمرتبہ
بجالایا مدارات بہت سی کی ایک مسند پاکیزہ اور نئی بچھوادی پھر
کتنی پریاں اور پریزاد اُسکی خدمت کے لیئے مقرر کرکے اپنے
دولت خانہ میں آیا۔

ستر ھویں داستان خط لکھنا مظفر شاہ کا فیروز شاہ کو روح افزا کے پہونچنے کا اور آنا بکاؤلی کا ماں کے ساتھ اُسکی ملاقات کے لئے

راوی شیریں زبان یوں بیان کرتا ہے کہ مظفر شاہ نے ایک خط
روح افزا کے پہونچنے کا فیروز شاہ کو لکھکر بھیجا وہ اُسکو پڑھکر نہایت
شاد ہوا اور فرمایا کہ جمیلہ خاتون روح افزا کے دیکھنے کو جلد جائے اور
اُسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے بکاولی نے جو ماں کے جانے کی خبر سنی

کہلا بھیجا کہ میں بھی بہن کی ملاقات کو تمھارے ساتھ چلونگی جمیلہ خاتون
نے اس بات کو مناسب جانا اسواسطے کہ شاید وہاں کے جانے سے
اس کا غنچۂ دل کھلے اور مکانات مختلفہ کی سیر سے زنگ کدورت
آئینۂ دل سے جائے پاؤں کی زنجیر کاٹ دی اور اپنے ساتھ
لیکر جنبیرۂ فردوس کی راہ لی مظفر شاہ نے جب سنا کہ جمیلہ خاتون
مع بکاؤلی آتی ہے روح افزا کو استقبال کے لئے بھیجا جب
آمنے سامنے ہوئی روح افزا نے بہن کو جھک کر سلام کیا
اور قدموں پہ گر پڑی اسنے سر اٹھا کر چھاتی سے لگایا آنکھیں چومیں
بلائیں لیں پھر دونوں بہنیں دیر تک آپس میں گلے ملیں مبارک سلامت
کی صدا طرفین سے بلند ہوئی پھر روح افزا نے مسکرا کر بکاؤلی کے کان میں کہا
تمھیں بھی اپنے چاہیتے حکیم کا آنا مبارک ہو اب اسکو شوق سے
نیچے دکھاؤ اور شربت وصل پیو پر اُسکے ماں کے خوف سے
اسوقت تو خاموش ہو رہی پوچھہ نہ سکی پر دل ہی دل میں کچھ شاد
کچھ مغموم ہوئی القصہ روح افزا دونوں کو اپنے گھر لائی جیسا شایستہ
لائق مظفر شاہ اور حسن آرا بھی جمیلہ خاتون سے ملے نہایت شفقت
اور مہربانی سے پیش آئے پھر ادھر اُدھر کا مذکور نکلا دروازہ گفتگو
کا کھلا آخرش روح افزا کی رہائی کا ذکر بھی درمیان میں آیا آسنے
اُس کو اور ہی ڈھب سے ادا کیا غرض جمیلہ خاتون ایک رات رہکر
دوسرے دن رخصت ہوئی روح افزا نے اسوقت عرض کی کہ
میں چاہتی ہوں چند روز بکاؤلی میرے پاس رہے شاید یہاں کے
رہنے سے اسکے آئینۂ طبع کا زنگ چھٹے نور عقل اسمیں نمایاں ہو

اور تاریکی سودا پنہاں جمیلہ خاتون نے کہا اچھا کیا مضائقہ ہے چنانچہ
ایک ہفتہ کی اجازت دی اور گلستان ارم کی راہ لی روح افزا
بکاؤلی کو اکیلا لے کر بیٹھی باتیں عشق آمیز کرنے لگی طول بہت ساد یا
آخر تاج الملوک کے سوز و گداز سے بھی کچھ کنایہ کیا بکاؤلی کمچشمی
کے سبب سے شرمندہ ہو گئی اور مارے حیا کے پانی پانی ہو گئی
پھر غصے سے منھ پھیر کر بولی واہ واہ بوا مجھے یہ ہنسی خوش نہیں آتی
اور ایسی چھیڑ چھاڑ نہیں بھاتی یہ تم اپنی بیتی ہوئی مجھے پردے میں
سناتی ہو میں نے جانا کہ تم اس دیو کا دل ہی دل میں غم کھاتی ہو یہ
کہا وت تم پہ چھپ گئی۔ **مثل** ہاتھوں مہدی پاؤں مہدی اپنے
پھین اور وں دیدی ✣ بس زیادہ بیہودہ مت بکو قسم ہے حضرت
سلیمان کی میں ابھی اپنے گھر چلی جاؤنگی پھر کبھی تمھارے گھر نہ آؤنگی
بھلا شمع فانوس کو پروانہ سے کیا نسبت اور غنچہ سربستہ کو بلبل سے
کیا مناسبت کہاں پری کہاں انسان یہ تمھارا صرف گمان ہے
روح افزا نے جب دیکھا کہ یہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتی اور کسی صورت
دھوکا نہیں کھاتی کہنے لگی اے بہن یہ تو میں نہیں کہتی کہ تو کسی کو چاہتی
ہے یا خدانخواستہ کسی کے درد سے کراہتی ہے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں
کہ تو شمع فانوس ہے کوئی پروانہ جو آپ سے آکر جلے تو تجھکو اس کے
جلنے سے کیا اگر ہزاروں گل نیلوفر دریائے عشق میں ڈوبیں سورج کو
کیا پروا غرض اسی وضع کے اور ذکر بکالکر اسکے غصے کو ٹالکر بھلاوے میں ڈالکر ہاتھ
لے کر اس مکان کی روش پر کہ جس میں تاج الملوک رہتا تھا آکر
پھرنے لگی اتنے میں آواز دردناک اس مریض عشق کی بکاؤلی کے

کان میں پہونچی سُنکر بیچین ہوئی آخر رہ نہ سکی روح افزا سے پوچھا کہ یہ کسکی صدا ہے اُسنے کہا ایک شکار نو گرفتار نالاں ہے آپکو اُسکا تماشا دکھاؤں اور اچھی طرح سے اُسکی آواز سناؤں غرض بکاؤلی کو دھوکا دے کر شاہزادہ کے آگے لاکر کھڑا کر دیا تاج الملوک سے دوچار ہوتے ہی اختیار کی باگ اسکے ہاتھ سے چھٹ گئی اور جنس صبر و قرار کی لٹ گئی وہ بھی آتش شوق کا جلا ہوا صبر نہ کرسکا دوڑکر اُس چشمہ خوبی سے بے اختیار لپٹ گیا بکاؤلی نے بھی دامن حیا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھ اُسکی گردن میں حمائل کر دئے پھر تو دونوں جلے ہوئے آتش فراق کے دل کھولکر روئے اور غم جدائی کے دفتر اپنے اپنے خوب دھوئے روح افزا یہ حالت دیکھکر ٹھٹھا مارکر ہنسی اور کہنے لگی بہینا تو تو اب تک دنیا کی لذت سے واقف نہیں بیگانے مرد کا بھی منھ آج تک دیکھا نہیں پھر اس نامحرم مردوے کے گلے لگ کر زار زار کیوں روتی ہے اور اُسکے غم سے اپنا ننھا سا جیورا کس لئے کھوتی ہے تو نے میرے چچا کا نام ڈبو یا اور سارے کنبے کو کلنک کا ٹیکا لگایا یہ بات سُنکر بکاؤلی نے کہا اے روح افزا اگر تو نے مجھ سینہ فگار کے زخم پر مرہم لگایا ہے تو ناخن طعن سے نہ چھیل اور جو شربت دیدار پلایا ہے تو زہر ملامت نہ کھلا اب تو تجھپر میرا راز بالکل ظاہر ہو گیا اور پردہ کھل گیا میرے حق میں جو تو چاہے سو کر مختار ہے القصہ وہ عندلیب شیدا اور وہ گل رعنا چمن نشاط میں بجولی ہلنے اور بولے اور اپنے اپنے اشتیاق کے ہر ایک سنہ دفتر کھولے کئی رات دن بوس وکنار کی لذت خوب طرح اُٹھائی اور جام وصل سے اپنی اپنی پیاس جی بھر کے

بجھائی آخر ایام وصال کے آخر ہوے بکاولی کی روانگی کا دن آپہونچا
تاج الملوک پھر بستر بیقراری پر گرا اور ماہی بے آب کے مانند
تڑپنے لگا یہ حالت دیکھکر اُسنے بھی چاہا کہ حیا کے پردے کو اُٹھا
کے ویساہی اپنا حال بنائے کہ روح افزا بولی زنہار اسے بہن
یہ حرکت نہ کرنا ناحق رسوائی ہوگی اور جگ ہنسائی چندروز اور صبر کر
انشاء اللہ تھوڑے دنوں میں تجکو تیرے چاہنے والے سے بجا بی ملاتی ہوں
اور شربت وصال دن رات پلاتی ہوں زمانہ فراق کا اب تھوڑا رہا ہے
اور روز وصال کا نزدیک آپہونچاہے خاطر جمع رکھ ماں باپ کی فرمانبرداری
کر اور جناب الٰہی میں گریہ وزاری پھر دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور
میں آتا ہے اور میری سعی کوشش کیا دکھائی ہے بکاؤلی یہ سُنکر
چارو ناچار گلستان ارم کو گئی اور ماں باپ کی خدمت میں مشغول ہوئی۔

اٹھارھویں داستان روح افزا کے ظاہر کرنے میں اپنی ماں سے تاج الملوک اور بکاؤلی کے عشق کی کیفیت اور جانا اُسکا جمیلہ خاتون کے پاس آن دونوں کے بیاہ کی درخواست کے لئے

کہتے ہیں کہ جب بکاؤلی روح افزا سے رخصت ہوکر اپنے گھر گئی

روح افزا نے شاہزادے اور بکاؤلی کے عشق کی تمام و کمال کیفیت اپنی ماں سے ظاہر کی حسن آرا یہ سنکو دیر تک گریبان تفکر میں سر ڈالے رہی پھر سوچکر بولی اگرچہ ناتا رشتہ آدمی کا پری سے ہونا نہایت محال ہے لیکن اُسنے میری بیٹی کو قید لاشد ید سے چھڑایا ہے مجکو لازم ہے کہ میں بھی اُسکو زندان غم و الم سے چھڑاؤں اور مطلب کو پہونچاؤں یہ کہکر اُسیوقت ایک مصور شبیہہ کش چالاک دست کو بلاکر شاہزادے کی تصویر کھچوا کر گلستان ارم میں لے گئی اور فیروزشاہ اور جمیلہ خاتون سے ملی بلکہ چند روز وہیں رہی ایک دن کا مذکور ہے کہ جمیلہ خاتون سے باتیں کرتے کرتے مطلب کی بات پر آئی اور اس وضع سے کہنے لگی اے بہن اگر کوئی غنچہ رنگین آب و ہوا کے فیض سے کسی شاخ میں لگے اور اُسکے پاس بلبل نہ بیٹھے تو اُس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے اور اگر آبدار موتی کسی کے ہاتھ لگے اور وہ اُسکو رشتے سے الگ رکھے تو عقل سے باہر ہے کب تک تو بکاؤلی کو کواری یاری رکھے گی بہتر یہ ہے کہ اُس زہرہ جبین کو کسی ماہرو کے پہلو میں بٹھا اور اس غنچہ خوبی کو مونس بہار کا بنا جمیلہ خاتون نے یہ سنکر کہا اے حسن آرا تو نے سنا ہوگا کہ اس نے آدم نژاد سے دل لگایا ہے اور اُسی کا سودا اسکے سر میں سمایا ہے اپنے ہمجنس کو نہیں چاہتی اور غیر جنس کے واسطے دن رات کراہتی ہے میں اس امر میں ناچار ہوں بزرگوں کا چلن کیونکر چھوڑوں اور اس علامہ کی خواہش سے قدیم سلسلے کو کس طرح توڑوں اپنے کفو کے ہوتے غیر قوم میں

کس نے کہا ہے چو میں کردن پری کا آدمی سے کبھی بیاہ ہوا ہے کہیں بیا ہوں حسن آرا نے کہا سچ کہتی ہے لطیف کو ہم صحبت کثیف کرنا البتہ دانائی سے بعید ہے لیکن تو حضرت انسان کے کمالوں سے اگر واقف ہوتی تو ایسے ایسے خیال فاسد دل میں ہرگز نہ لاتی سن اے نادان بشر خلیفۂ یزدان ہے اور اسکی صنعت بے پایان میں اشرف اور افضل ہے اسکے رتبوں اور درجوں کی انتہا نہیں وہ ایک تنگ ہے دریا کا سمیٹنے والا اور ایک قطرہ ہے حقیقت میں دریائے جامع کمالات علم کونی والہی کا یعنی مادیات اور مجردات کا اور مجمع ہے مراتب بندگی اور بادشاہی کا۔

بیت

انساں کی ذات برزخ جامع ہے بیگماں ظل خدا و صورت خلق آسمیں ہے عیاں

جان کہ صوفیہ ہر ایک کو عالم ارواح کے نوعوں میں سے باری تعالی کے ایک ایک اسم اور صفت کا مظہر خاص جانتے ہیں اور اس عالم صورت کو کہ حواس ظاہری اور باطنی سے نسبت رکھتا ہے اس عالم کا سایہ پس ہر ایک ذرہ فرد کائنات سے روشن ایک تجلی ابدی اور سیراب ایک قطرہ سرمدی سے ہے۔

بیت

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اس عالم میں انسان کہ سارے افراد کون و فساد اسکے لازمی ہیں خدا کے سارے اسموں اور صفتوں کا مصدر ہے اور اسکی تجلیات خاص کا مقام کلام فضیلت انسان میں دریا سے بے پایاں ہے

اس قدر پہ اکتفا کیا اے جمیلہ خاتون وہ اصل اور ہمارا وجود طفیلی وہ مخدوم اور ہم خادم زہے شرف کہ شریف ہم سے ارادہ وصلت کا کرے اور مخدوم خادم سے قصد قربت کا رکھے القصہ اس آب و تاب سے انسان کی تعریف کرکے فضیلتوں کا بیان کیا کہ اسکا شعلۂ غضب بجھ گیا کہنے لگی اچھا اس بد اطوار بد کردار کا ذکر نہ کیجیو کہ اپنی بیٹی ہرگز اسے نہ دونگی اور ایسے خائن کو اپنی دامادی میں کبھی نہ لونگی آخر حسن آرا نے تاج الملوک کی تصویر جمیلہ خاتون کے ہاتھ میں دی اور کہا یہ تصویر شرقستان کے شہزادے کی ہے دیکھ ایسا نقشہ قلم تقدیر نے صفحۂ عالم پہ آج تک نہیں کھینچا اور اس پہ یزداد کا چہرہ ورق جہان پہ دوسرا نہیں بنایا اس یاسمن گلشن محبوبی کو اس گل خوبی کے ساتھ ملا اور اس زہرۂ فلک حسن کو اس ماہ برج سعادت کے پہلو میں بٹھا الغرض وہ چار و ناچار راضی ہوئی کہنے لگی بھینا اسکو کہاں ڈھونڈھوں اور کس تدبیر سے لاؤں حسن آرا نے کہا تم خاطر جمع سے شادی کی تیاری کرو میں اسکو فلانی تاریخ دولھا بناکر برات سمیت لئے آتی ہوں یہ کہکر رخصت ہوئی پل مارتے ہی جزیرہ فردوس میں آپہونچی اور ذکر من وعن شاہزادے کے آگے کیا پھر وصل کا بھروسا دیا۔

انیسویں داستان تاج الملوک اور بکاؤلی کے بیاہ کی

باغبان اس گلستان کا گل اور بلبل کی مواصلت یوں بیان کرتا ہے

کہ جمیلہ خاتون نے جو گفتگو کہ حسن آرا میں اور اس میں ہوئی تھی فیروز شاہ
سے جاکر اظہار کی اور تصویر شاہزادے کی دی اُسنے سمن رو کے ہاتھ بکاؤلی
کے پاس بھیجدی کہ یہ تصویر شرقستان کے شاہزادے کی ہے بالفعل اس
زمانہ میں ایسا جوان حسین کہیں نہیں تو کہ ایک آدم زاد کے سودے میں
دیوانی ہو رہی ہے اور جان لطیف ایک خاکی کثیف کے پیچھے کھو رہی ہے
تیری مرضی ہو تو اسکے ساتھ بیاہ کر دوں میری دانست میں تو نوع انسان
میں ایسا شخص کمتر ہوگا بلکہ پریوں میں بھی حرف ہے وہ خوشی خوشی تصویر
لئے ہوئے شاہزادی کے پاس آئی اور بادشاہ کی زبانی جو حقیقت سُنی
تھی کہکر سنا دی اُس محو جلوہ ناز نے اُسکو نگاہ غور سے دیکھا تو اپنے
ورق دل کی صورت کے مطابق پایا بلکہ خط و خال میں بھی سر مو فرق نہ دیکھا
جی میں سمجھی کہ یہ کار پردازی اور نیرنگ سازی بہن روح افزا کی ہے واقعی وہ
چھتلیسی اپنے قول کی بڑی سچی ہے مسکرا کر سمن رو پری سے کہا کہ دیکھ تجھے
میرے سر کی قسم یہ اُسی شخص کی تصویر ہے جس کے خزان غم سے میرا گل نارسیدہ
کمھلایا ہے اور غنچۂ تر دمیدہ مرجھایا ہے وہ ملاحظہ کرکے بے اختیار مارے
خوشی کے اُچھل پڑی اور بولی ہاں شاہزادی بیشک یہ تصویر شاہزادے
کی ہے لو اب ہنسو بولو خوشیاں کرو جو تمہارا مطلب تھا سو خدا نے
پورا کیا یہ کہکر بادشاہ کے حضور میں آئی اور یوں عرض کی کہ حضرت فرزندان
کہ ماں باپ کے تابع ہیں اُن کی سعادتمندی اسی میں ہے کہ والدین کی
مرضی کے خلاف نہ کریں اور ہر حال میں انکی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم
رکھیں اگر دیو اُن کے پسند پڑے تو بیٹی اُس کو غلمان سمجھے اور جو وہ
ایک سیاہ اُس کے واسطے تجویز کریں تو اُسکو ماہ کنعاں جانے فیروز شاہ

اُس کی گفتگو سے نہایت شاد ہوا اور شادی کی تیاری کا حکم دیا تمام
جزیرۂ ارم کی دکانوں کو نقش و نگار تازہ سے آرایش دی اندر باہر سے
نئے فرش بچھ گئے ناچ رنگ ہونے لگا چار طرف شادی کی دھوم مچگئی
جابجا رقعے بھجوائے پریوں کے غول کے غول چاروں طرف سے آئے
مجلس نشاط آراستہ ہوئی شراب چلنے لگی تورے جانے لگے لوگ ضیافتیں
کھانے لگے فیروز شاہ ہرایک کے رتبے کے موافق اُسکی خاطر داری
اور مہمانداری آپ بھی کرتا تھا اہلکار جو اس کام پر متعین تھے اُن پر
غافل نہ رہتا تھا آغاز کار کا انجام بخوبی ہوا اور جزیرہ فردوس میں
مظفر شاہ نے بھی اسی طرح سے تاج الملوک کی شادی کی تیاری اور
لوگوں کی مہمانداری شروع کی پھر پروانہ مطابق وزیروں امیروں کو حکم کیا
کہ لباس نئے رنگین پہنیں اور سرداران لشکر کو بھی کہدیں سب فوج آراستہ
ہوئیں اور محل میں حسن آرا نے بھی اپنی مصاحبوں اور خواصوں کو
باآئین شایستہ آراستہ کیا اور آپ نیا لباس اور زیور جواہر کا پہنا
اُس کے بعد شبھ گھڑی نیک ساعت دیکھکر شہزادے کو ایک جڑاؤ
چوکی پر بٹھا کر شاہانہ جوڑا پہنا یا شملہ سر پر رکھکر پیچھے گوشوارہ آگے
موتیوں کا سہرا اور اُسپر پھولوں کا سہرا باندھا جیغہ کلغی سرپیچ لگا یا
طرہ رکھا گلے میں موتیوں کی بدھی پہنائی مرصع کے نورتن بازوؤں پر
باندھے پھر ایک پری پیکر گھوڑے کے گنگا جمنی ساز لگا کر موتیوں کا سہرا
باندھکر اُسپر سوار کردیا اُسکے بعد مظفر شاہ کئی بادشاہ سمیت شہزادے کو
بیچ میں لئے امیر اور سردار داہنے بائیں اور آگے نوبت نشان کے
ہاتھی تخت رواں شتر سوار تلنگوں کی کمپنیاں پیادوں کی پلٹنیں باجے

بجاتے ہوئے خاص بردار برچھی بردار بان برداروں کے غول سواروں کے پرے آتشبازی چھٹتی ہوئی اور آرایش لٹتی ہوئی اور پیچھے پیچھے زنانی سواریاں اس طرح بیاہنے چڑھا اور جزیرہ ارم کو روانہ ہوا یہاں بکاؤلی کو آراستہ کیا۔

اشعار

پرستاروں نے یہ اُسکو بنایا
جہاں میں حورِ جنت کر دکھایا

عجب صورت سے کی بالوں میں کنگھی
کہ بکھرا دیکھکر ہر ایک کا جی

لپیٹ آئی جو اُن زلفوں کی یکبار
ہوئی کافور بوئے مشک تاتار

گُندھی جو ری گوندھی وہ پاکیزہ چوٹی
کہ سب اہلِ نظر کی جان لوٹی

جب اُسکی موتیوں کی مانگ بھر دی
فلک نے کہکشاں قربان کر دی

چنی جب اُسکی پیشانی پہ افشاں
قمر پر ہو گئے تارے نمایاں

جو ٹیکا اُس کے ماتھے پر لگایا
قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا

برنگِ مہر تاباں تھا جو چہرا
ہوا تارِ شعاعی منہ پہ سہرا

حسامِ ابروئے پرخشم بلا تھی
یہ کہئے اُسکے قبضہ میں قضا تھی

وہ آنکھیں بند کرنا بھی ادا تھی
چقِ مژگاں میں پوشیدہ حیا تھی

جب اُسکے کان میں پہنا یا جھمکا
پریشاں ہو گیا عقدِ ثریا

پہنکر نتھ خوشی سے رنگ دمکا
وہ مکھڑا چاند سا گھونگھٹ میں چمکا

مسی آلودہ دنداں پیارے پیارے
چمکتے تھے شبِ یلدا میں تارے

مسی ملکر جو اُس نے پان کھایا
یہ مطلع پڑھکے ناسخ کا سُنایا

مسی مالیدہ لب پہ رنگ پاں ہے
تماشا ہے یہ آتش دھواں ہے

بنایا خال کاجل سے ذقن پر
عجب جوبن تھا اُس رشکِ چمن پر
چڑھی منھ پر دلھن کے ایسی شیرینی
کہ پھیکی پڑ گئی نظروں سے شیرینی
گلے میں پہنا جب موتی کا مالا
نبات النعش کو حیرت میں ڈالا
اگر ہاتھوں میں ہیرے کے کڑے تھے
زرِ خالص کے زیب پا چھڑے تھے
بہت اسکے سوا بھی اور گہنا
مناسب جس جگہہ تھا اُسنے پہنا
کفِ رنگین میں دزدِ حنا تھی
چرانے کو دلِ عاشق بلا تھی
اُسے پہنائی ایسی لال انگیا
دلوں کو صید کرتی جسکی چڑیا
عجب انداز کا بنگلہ بنا تھا
کہ اسیرِ ملکِ دل بنگلہ بنا تھا
وہ ڈورے آنکھ کے ڈوردلنے افزوں
کٹورے اُسکے جامِ چشم میگوں
کچیں اُبھری ہوئیں برچھی کی نوکیں
جو رستم سامنے آئے تو ٹوکیں
وہ اُسکا پیٹ گورا لال کرتی
دلِ چالاک کی کھوتا تھا پھرتی
نہ چھپتی تھی لطافت سیمتن کی
نمایاں صاف تھی رنگت بدن کی
نظر جسکی پڑی اُس پر وہ بولا
شفق میں دیکھنا کیا چاند نکلا
مغرق ایسا پہنا پائے جامہ
کہ جسکی مدح میں عاجز ہے خامہ
لباس و زیور و حسن و ادا کا
بیاں سبکا کروں کب ہے یہ یارا
جو تھا ذی روح وہ تھا محو دیدار
جسے دیکھو بنا تھا نقش دیوار

القصہ جب برات قریب پہونچی تب فیروزشاہ نے کئی ارکان دولت استقبال کے لئے بھیجے وہ نہایت تعظیم وتکریم سے لے آئے اور جس جگہہ مجلس نشاط و محفل انبساط پیدا تھی وہاں ہر ایک کو بڑی تعظیم و تواضع سے بٹھایا آتش بازی چھٹنے لگی آرایش لٹنے لگی اور حسن آرا کے ساتھ اسی سلوک سے جمیلہ خاتون پیش آئی سارے طریقے سمدھنوں کے

بجالائی غرض تپچھلے پہر تک ناچ رنگ کی صحبت رہی اسکے بعد دس گو ہریکتا پر اُس لعل بے بہا کے ساتھ عقد باندھا مبارک سلامت کا اندر باہر غل پڑ گیا پھر شربت پلانے لگے شربت پلائی لینے لگے گوٹوں کے اور پھولوں کے ہار پہنانے لگے الائچیاں اور چکنی ڈلیاں عطر کی شیشیاں دینے لگے اسکے بعد دولھا کو گھر میں بلایا اور دولھن کو لاکر دولھا کے پاس شہانی مسند پر بٹھایا بنات چھنوا کر ٹوٹنے گا کر آرسی مصحف دکھا دولھا کو باہر رخصت کیا دولھن کو ملنے کے گئے گود میں اُٹھا کر لے لئے جہیز نکلنے لگا اُدھر فیروزشاہ نے ایک مکان عظیم الشان کہ تختگاہ سے قریب تھا بیٹی داماد کے رات بھر رہنے کو نہایت تکلف سے سجوا دیا جب سب جہیز نکل چکا اور برات کے چلنے کی تیاری ہوئی پھر دولھا کو گھر میں بلایا ڈیوڑھی میں چھپان لگایا دولھا نے دولھن کو گود میں لاکر چھپان میں سوار کیا پھر آپ اُسی پری پیکر گھوڑے پر سوار ہر ایک چھوٹا بڑا جلو میں چلنے کو تیار ہوا اُسی طرح آگے آگے تخت رواں شتر سوار پیادے اور سوار بے شمار نقارچیوں کی قطار روشن چوکی والے گاتے بجاتے ہوئے اور مہتمم دولھن کی سواری پر سے چاندی سونے کے پھول لٹاتے ہوئے اُسی مکان پر پہونچے ہر ایک براتی اپنے اپنے گھر سدھارا کہار دل لئے دولھن کا چھپان اُتارا دولھا نے دولھن کو گود میں لیجا کر مسند پر بٹھایا کھیر چٹائی خدا خدا کر کے دن گذرا اور رات آئی سب کنارے ہوئے خلوت ہوئی پردے چھوٹے دولھا دولھن مسہری میں گئے مزے لوٹے۔

اشعار

عاشق و معشوق بہم ہوں جہاں   شوق بہت جوش میں آئے وہاں

شمع کو پروانہ جو دیکھے کہیں — رہ نہ سکے گر پڑے آسپر وہیں
صبر کرے پھول سے بلبل کہاں — لے ہی لے آغوش میں مانندِ جاں
طوطی جو آئینہ کو دیکھے کبھو — چین نہ آوے اُسے بے گفتگو
دیکھا جو شہزادے نے اُسدم وہاں — اُس گلِ بیخار کو بے باغباں
لیکے بغل میں لئے بوسے کئی — شوق نے کچھ صبر کی رخصت ندی
لے چکا جب پستۂ لب کا مزا — سیبِ زنخداں کی طرف جھک پڑا
عارضِ گلرنگ کی خواہش جو کی — اُسکی بھی لی خوب طرح چاشنی
اُبھری ہوئی چھاتیاں وہ سخت سخت — گیند کے مانند جو پائیں کرخت
رہ نہ سکا ڈال دیا اُنپہ ہاتھ — چھوڑ دیا صبر و تحمل نے ساتھ
گوہر و الماس ہوے پھر بہم — لینے لگے دونوں مزے دمبدم

جب خوب چھک گئے ماندے ہوے پھر ہر ایک نے اپنا ساعد سیمیں دوسرے کا تکیہ بنایا منھہ سے منھہ ملایا اور سینے سے سینہ لگایا غرض اس ہیئت سے آرام فرمایا صبح ہوئی مرغ نے بانگ دی شہزادے نے اُٹھکر حمام کی راہ لی اور روح افزا اُس عشرتگاہ میں آئی بکاؤلی کو دیکھا رات کی جاگی ملی دلی غافل سوتی تھی بال چھوٹے ہوے ہیں ہار ٹوٹے پڑے ہیں ہونٹھوں پر لاکھا نام کو نہیں رہا آنکھوں کا کاجل سارا پھیل گیا گالوں پر دانتوں کے اور چھاتیوں پر ہاتھوں کے نشان پڑے ہیں یہ عالم دیکھکر رہ نہ سکی جلد اُسکو جگایا اور مسکرا کر کہا اے بہن اُس روز مجھے کہتی تھی کہ تو نے دیو مکار کے مدرسہ کنارہ میں شرح لونڈی پڑھی ہے آج تو تیرے اطوار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کو تو یار کے مکتب آغوش میں

اپنے مطلب کی کتابوں کو بخوبی مطالعہ کر کے بڑی علامہ ہوئی ہے دیر تک
تو لئے مصدر ملابست کو مختلف صیغوں کے ساتھ گردانا اور عشرت
کے مزید فعلوں کو الف وصل سے ربط دیا شان فاعل اور علامت مفعول
کما ینبغی دریافت کی اور تجرید سے اپنے پاؤں باہر رکھے بلکہ خلوت میں قضیہ
موجبہ مباشرت کو عکس مستوی بنایا اور اشکال مختلف کے ضرب نتیجہ سے
نتیجہ موافق مطلوب کے پایا وصل فصل کا بھی طریقہ لے لیا اور اپنے مثلث
کے نقطے پر خط عمود کو قائم کیا بکاؤلی یہ سنکر مسکرائی اور یہ کہنے لگی بوا بھلا
تمھارے منھ میں پانی کیوں بھر آتا ہے مجکو صاف ان کنایہ آمیز باتوں
سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا بھی یہی ارادہ ہے بہت بہتر میں راضی ہوں
شوق سے اپنی وصلی اس مشاق کے آگے رکھو پھر اسکے قلم کی روانگی اور
قوت دیکھو کہ کس کس طرح سے توڑ جوڑ لگاتا ہے اور کیا کیا گل بوٹہ بناتا ہے
حاصل یہ ہے کہ باہم اس طرح ہنسیاں بولیاں رہیں آخر روح افزا اپنے
ماں باپ سمیت رخصت ہو کر اپنے گھر گئی اور تاج الملوک نے
فیروز شاہ کے محل میں جا کر اپنی بود و باش اختیار کی۔

بیسویں داستان رخصت ہونے میں تاج الملوک اور بکاؤلی کے فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے

ایک روز تاج الملوک نے بکاؤلی سے مشورت کر کے
فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے رخصت مانگی انھوں نے کہا بہت بہتر
ہزار غلام قمر طلعت اور سیکڑوں لونڈیاں خوبصورت عنایت کیں

اور وان جہیز کے سوا کچھ نقد و جنس اور لوازمہ سفر کا دیا اگر اسکی تفصیل لکھوں تو یقین ہے کہ ایک کتاب اور تیار ہو جائے اس لئے قلم انداز کیا القصہ شاہزادہ بڑی شان و شوکت اور جاہ و حشمت سے بکاؤلی کو لے کر اپنے ملک پہونچا دلبر اور محمودہ کی جان میں جان آئی کشت امید سوکھی ہوئی پھر لہلہائی اُسکا آنا اُنکے حق میں ایسا ہوا جیسے بیمار کے واسطے مسیحا کا آنا لیکن بکاؤلی کو جو اس حسن و جمال اور مال و منال سے دیکھا حیران ہو گئیں آئے ہوش جاتے رہے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے پری نے جو یہ رنگ ڈھنگ دیکھا ہر ایک کو گلے سے لگایا دلاسا دیا اور فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو کسی کا اندیشہ نہ کرو میں تمہارے عیش کی مطلق مخل انداز نہونگی بلکہ اپنی خوشی پر تمہاری نشاط کو مقدم جانوں گی چنانچہ ہمیشہ شیر و شکر کی طرح آپس میں سب کی سب ملی جلی رہیں اور سوتاپے کی جلن کسی کو نہ ہوئی شاہزادہ بھی ان غنچہ دہنوں کے ساتھ شگفتگی سے اوقات بسر کرنے لگا اور عیش و عشرت سے رہنے لگا۔

اکیسویں داستان بکاؤلی کے جانے کی راجہ اندر کے اکھاڑے میں اور ناچنا گانا اُسکے حضور میں اور تفرقہ پڑنا تاج الملوک میں اور اُس میں۔

اہل ہند کی کتابوں میں یوں لکھتے ہیں کہ امر نگر نام ایک شہر بستا ہے وہاں کے باشندے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور راجہ اندر وہاں مہاراج کرتا ہے دن رات پریوں کے ساتھ عیش و عشرت میں

رہتا ہے اسکا کام یہی ہے اور غذا اسکی ناچ اور راگ ہے عالم جنات بھی اسکے تابع ہیں ساری پریاں اسکی مجلس میں جاتی ہیں اور رات بھر ناچتی گاتی ہیں ایک رات کا ذکر ہے کہ راجہ اندر نے فرمایا بکاؤلی فیروزشاہ کی بیٹی مدت سے ہماری مجلس میں نہیں آئی اسکا سبب کیا ہے اور یہاں کے آنے کا مانع کون ہے پریوں میں سے ایک نے عرض کی کہ وہ ایک انسان کے دام عشق میں گرفتار ہوئی ہے بلبل بیقرار کے مانند نالہ و فریاد کیا کرتی ہے اور مدام اسکے عشق میں سرشار رہا کرتی ہے اور اپنے بیگانے سے اسکو نفرت ہے فقط اسی سے صحبت ہے شراب وصل اسکے ساتھ پیتی ہے اور اسکے دم سے جیتی ہے راجہ یہ ماجرا سنکر غصے میں آیا اور شعلہ غضب اور بھی بھڑکا کئی پریوں کی طرف اشارہ کیا کہ اسکو اسی وقت حاضر کرو وہ تخت رواں لیکر تاج الملوک کے باغ میں آئیں اور بکاؤلی کو جگا کر راجہ کے اعتراض اور غضبناک ہونے کا حال بیان کیا وہ چارناچار اسپر سوار ہوکر امرنگر کو گئی اور وہاں کانپتی ہوئی راجہ کے سامنے آکر آداب بجالائی ہاتھ باندھکر کھڑی رہی مہاراج نے نگاہ قہر سے اسے دیکھا اور بہت سا جھڑکا آخر فرمایا کہ اسکو آگ میں ڈال دو کہ انسان کے بدن کی بو باس اسمیں نہ ہے اور یہاں کے صحبت کے قابل ہو پریوں نے فوراً اس نسترن باغ لطافت کو اور یاسمن چمن نزاکت کو ہاتھوں ہاتھ وہاں سے باہر لاکر آتش کدے میں ڈال دیا وہ جلکر راکھ ہوگئی۔

شعر

جل گیا عاشق تو کیا غم ہے کہ اسکی چشم تر ۔۔۔ دیکھتی ہے یار کو گلشن میں مانند خلیل

اسکے بعد پانی پر کچھ منتر پڑھکر اسپر چھڑکا فی الفور جی اٹھی اور ہیئت اصلی پر آکر مجلس میں ناچنے لگی پہلی ٹھوکر سے اہل مجلس کے دلوں کو پامال کیا اور ایک ہی آمد و رفت میں تماشائیوں کو بیحال کیا غرض ناچنے کا جو حق تھا ادا کیا ساری مجلس کو محو کر دیا پھر تو واہ واہ کی صدا ہر ایک کے منہ سے نکلنے لگی اور آفریں اور تحسین کی آواز ہر طرف سے بلند ہوئی بکاؤلی آداب بجا لا کر راجہ سے رخصت ہوئی تخت پر بیٹھکر اپنے باغ میں آئی گلاب کے حوض میں نہا دھو کر شاہزادے کی بغل میں سو رہی صبح کو اپنے معمول پر اٹھی سنگار کیا لوگ بھی اندر باہر گئے اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے القصہ ہر شب وہ خیریت ماہ اندر کی میں جاتی پہلے تو اسے آگ میں جلاتے پھر راجہ کے حضور میں ناچتی گاتی جب تھوڑی سی رات باقی رہتی رخصت ہو کر اپنے گھر آتی اور گلاب کے حوض میں نہا کر اس دریائے خوبی سے ہم آغوش ہوتی اور اپنے جی کو ٹھنڈا کرتی۔

اشعار

قبول اسنے کیا جلنا سدا کا — نہ چھوڑا وصل لیکن دلربا کا
جلاتی تھی تن نازک کو ہر شب — نہ کھلتے تھے شکایت کو کبھی لب
وہ عاشق سے نہ کرتی تھی کنارا — فراق اسکا نہ تھا ہرگز گوارا
جو جل مرنے کو اپنے دل پہ ٹھانے — وہ ہر آتشکدے کو آپ جانے
گوارا ہوتی ہے سب نار سوزاں — سہا جاتا نہیں پر سوز ہجراں
[illegible] کی محبت — اسی سے پوچھئے جلنے کی لذت

مگر شاہزادے کو ہرگز اس بات کی خبر نہ تھی ایک رات کا ذکر ہے

کہ بکاؤلی تو اپنے معمول پر وہاں گئی تھی یہاں شاہزادے کی آنکھ کھل گئی
پلنگ پر اُسے نہ دیکھا ہر طرف قصر اور باغ میں جاکر ڈھونڈھا کہیں اُس کا
سراغ نہ ملا نہایت بلند نگ ہوکر اپنے خلوتکدہ میں آبیٹھا اور یہاں تک
اُس رشکِ بیت چین کی راہ دیکھی کہ آنکھیں پتھرا گئیں آخرش اسی حالت
میں سو گیا بکاؤلی بھی اپنے وقت پر آکر اُسکے پاس سو رہی صبح کو تاج الملوک
نے بدستور اُسکو ساتھ سوتے دیکھا زیادہ تر متعجب ہوا لیکن دم
نہ مارا اُس راز کو مطلق نہ کھولا مگر اُسکی تحقیقات کے واسطے دوسری رات
کو اپنی ایک اُنگلی چیر کر نمک چھڑک دیا کہ مبادا آنکھ لگ جائے اور
وہ بھید چھپے کا چھپا رہے غرض آدھی رات گئے تخت پھر آکر
موجود ہوا بکاؤلی اُٹھکر بناؤ کرنے لگی اور شاہزادہ بھی چھپے چھپے
جاکر اُس تخت کا پایہ پکڑ کر بیٹھ رہا اتنے میں وہ بھی آکر سوار ہو لی
اور یہاں اُسکو لیکر اُڑیں تاج الملوک اُسی پائے میں لٹک گیا
پھر اس قدر بلند ہوا کہ زمین اُسے نظر آنے سے رہ گئی جھٹ پٹ
راجہ اندر کے دروازے پر جاکر اُتار دیا بکاؤلی اُتر کر ایک طرف
کھڑی ہو رہی اور یہ بھی الگ ہوکر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھنے لگا
غرض جس طرف آنکھ پڑتی تھی اُدھر پریوں کا جھرمٹ نظر آتا تھا
اور ہر طرف آواز قسم قسم کے سازوں کی اور راگوں کی جو تمام عمر
نہ سنی تھی متصل چلی آتی تھی حاصل یہ ہے کہ تاج الملوک نے وہ کچھ
دیکھا جو کہیں نہ دیکھا اور وہ سنا جو کہیں نہ سنا تھا دنگ ہو کر
رہ گیا اتنے میں کئی پریاں دوڑیں اور بکاؤلی کو آتشکدہ میں ڈال دیا
وہ جلکر راکھ ہو گئی وہ اِس حادثہ کو دیکھ کر بے تحمل گیا بے اختیار

دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگا اور جی میں کہنے لگا حیف ہے اس وقت طاقت نہیں رکھتا ہیں کہ پروانے کے مانند اس شمع روکے ساتھ جلتا اور اپنے بدن کو راکھ کرکے اُس سے ملتا کیا کروں کچھ بس نہیں نہ قدرت فریاد کی ہے نہ جگہ داد کی یہ تو اسی ادھیڑ بن میں رہا کہ انھیں میں سے ایک پری لتے پانی پڑھکر اُسکی راکھ پر چھڑکا فی الفور زندہ ہوئی اور راجہ کی مجلس میں آئی شاہزادہ بھی اُسکے پیچھے پیچھے چلا آیا از بس کہ اژدحام تھا کوئی کسی کو نہ پہچانتا تھا کسی نے نہ جانا کہ یہ کون ہے اور کیوں کھڑا ہے اتفاقاً بکاؤلی کا پکھاوجی ضعیف تھا ناتوانی کے سبب اچھی طرح بجا نہ سکتا تھا وہ رُک رُک کے ناچتی تھی اور بار بار تیوری چڑھاتی تھی شہزادہ یہ حال دیکھکر بے چین ہوا آخر رہ نہ سکا سازندے کے کان میں جُھک کر کہا اگر تیری مرضی ہو تو ایک دو گتیں میں بجاؤں کہ اس کام میں چالاک دست ہوں اُس نے اس بات کو غنیمت جانا پکھاوج کو حوالہ کیا یہ تو اس کام میں بانی کار اور اُسکے دام محبت میں گرفتار تھا اُسکی خواہش کے موافق بجانے لگا پھر تو کیفیت ناچ کی ایسی بڑھی کہ در و دیوار سے واہ واہ کی صدا آنے لگی راجہ بھی یہانتک محظوظ ہوا کہ اپنے گلے کا نولکھا ہار اُتار کر بکاؤلی کو عنایت کیا وہ ناچتے ناچتے جو پیچھے ہٹی بجنسہ پکھاوجی کے حوالہ کیا اسکے بعد مجلس راگ رنگ کی برخاست ہوئی شہزادہ جس طرح گیا تھا اُسی طرح اپنے باغ میں آیا بکاؤلی گلاب کے حوض کی طرف گئی یہ خوابگاہ میں جاکر سو رہا لیکن صبح کے وقت مسکراتا تھا پری نے پوچھا کہ خلاف عادت مسکرانے کا کیا سبب ہے کہا رات کو عجیب خواب دیکھا ہے اسواسطے ہر گھڑی

مجھے ہنسی آتی ہے وہ کہنے لگی خدا خوب کرے مگر میں کبھی سنوں کیا دیکھا ہے
تاج الملوک بولا یہ دیکھا ہے کہ آدھی رات کو تو کہیں جاتی ہے اور مجھے خبر نہیں کرتی
بکاؤلی یہ سنکر ڈری کہ مبادا یہ بھید اسپر کھلا ہو اور اچپانا یہ کبھی میرے ساتھ
وہاں گیا ہو بعید ہوئی کہ سب سننے پھر کہنے لگی اور کبھی کچھ دیکھا یا نہیں
شہزادہ بولا گویا آجکی رات میں بھی تیرے ہمراہ گیا ہوں اس طرح کہ
پریاں ایک تخت لائیں تو اسپر سوار ہوئی اور میں پایہ سے لٹکا ہوا چلا گیا
بس آگے نہیں کہتا کہ خواب کی بات بے سرو پا ہوتی ہے اعتبار نہیں
رکھتی خواب و خیال ہے بے فائدہ کون بکے بکاؤلی بولی تجھے میرے
سر کی قسم جو دیکھا ہے سب کہہ غرض تاج الملوک تھوڑا کہتا پھر خاموش
ہو رہتا اور وہ قسمیں دے دیکر پوچھتی جاتی آخر سارا ماجرا اسنے آخر تک
ہو بہو کہکر سنایا اور وہ ہار راجہ کا بخشا ہوا تکیئے کے نیچے سے نکالکر
دکھلایا تب پری نے اپنا سر پیٹ لیا اور سُن ہو گئی ایک دم کے بعد
بولی اے شاہزادے یہ تو نے کیا کیا اپنا دشمن تو آپ بنا دیکھ میں نے
تیری خاطر ماں باپ کے ہاتھ سے کیا کیا رنج اُٹھائے اور ہرکس و ناکس
کے طعنے کھائے یہاں تک کہ ہر رات آگ میں جلنا قبول کیا مگر تجھے
نہ چھوڑا اور تیری راہ سے منھ نہ موڑا اپنا نتیجہ تو نے آنکھوں سے بھی
یہ تماشا دیکھا کچھ کہنے کی حاجت نہیں کاشکے تو اس مجلس میں نہ جاتا
اور اپنے گھر میں میری جدائی کا صدمہ اُٹھاتا تو بہت بہتر تھا کیونکہ اسکا
انجام اچھا نہیں اب حیران ہوں اگر تجھے نہ لیجاؤں تو بنتی نہیں
جو لے جاؤں تو کہاں تک چھپائے رکھوں خیر جو کچھ تقدیر میں ہے
سو امٹ ہے مگر آج اپنا طالع آزماتی ہوں تجھے لے جاتی ہوں اپنی

کر گذرتی ہوں آگے جو مرضی خدا کی چنانچہ معمول کے وقت تاج الملوک
سمیت گئی اور راجہ سے سلام مجرے کے بعد عرض کی کہ آج ایک بجانیوالا
بہت چالاک اپنے ساتھ لائی ہوں اگر حکم ہو تو یہاں آکر بجائے راجہ نے
فرمایا بہت اچھا ہماری عین خوشی ہے الغرض وہ بجانے لگا اور وہ نازنین ناچنے لگی
آخر یہ کیفیت ہوئی کہ ساری محفل غش کر گئی راجہ بھی مست ہو کر
جھومنے لگا اور اسی عالم میں فرمایا مانگ جو مانگا چاہتی ہے محروم نہ جائیگی
یہ سنکر بکاؤلی نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ مہاراج کی بدولت لونڈی کو
کسی چیز کی کمی نہیں اور کچھ ہوس لینا باقی نہیں مگر اس پکھاوجی کو بخشئے یہی آرزو ہے سنتے ہی
اس سخن کے راجہ برہم ہوا اور شاہزادے کی طرف غضب سے دیکھکر
بولا کہ اے آدم زاد تو ہی اسکو چاہتا ہے اور یہ تجھے چاہتی ہے بہت اچھا
ذرا تو اسکا مزہ چکھ اور لذت اٹھا تو چاہتا ہے کہ بکاؤلی سی پری کو
بے محنت و مشقت یہاں سے لیجاؤں اور اپنی بغل گرم کروں
یہ نہ ہوگا پھر بکاؤلی کی طرف منہ پھیر کر کہا اے شتاہ کیا کروں لیکن تجھے
ہار چکا ہوں جا اسے تجھے بخشا لیکن بارہ برس تک تیرا نیچے کا دھڑ پتھر
کا رہیگا یہ حرف جو اس سنگدل کے منہ سے نکلا وہ سیم تن آدمی
ہیئت کی ہو کر غائب ہو گئی۔

اشعار

ہیہات ازل سے ہے یہ عالم — شادی و غمی ہوئی ہے توام
دم بھر کی بہار یہاں ہے — آخر وہی باغ میں خزاں ہے
گر سر پہ ہو تیرے تاج شاہی — گر خاک پہ بستر تباہی

گل سا کبھی دل فراغ دیکھے | گر دل پہ ہزار داغ دیکھے
دم بھر جو نشاط عیش ہووے | خمیازہ پھر اسکا طیش ہووے

بائیسواں داستان تاج الملوک کے سنگلدیپ میں پہونچنے کی اور بکاؤلی سے ملنا اور چترا وت راجہ کی بیٹی کا اسپر عاشق ہونا۔

کہتے ہیں کہ بکاؤلی راجہ اندر کی بددعا سے پتھر کی ہوکر وہاں سے غائب ہوگئی اور شہزادہ سیماب کے مانند بیتاب ہوکر لوٹنے لگا تب اسکو پریوں نے اٹھاکر نیچے ڈال دیا وہ ایک جنگل میں جا پڑا تین روز تک بیہوش رہا چوتھے دن آنکھ کھلی تو بجائے دلدار پہلو میں خار دیکھے ہر طرف جاکر شور و فریاد کرنے لگا اور بکاؤلی کی خبر ہر ایک درخت سے پوچھنے لگا ایک دن اسی طرح ایک سنگ مرمر کے تالاب پہ جا پہونچا چاروں طرف سیڑھیاں پاکیزہ اور خوبصورت بنی ہوئی تھیں اور میوہ دار درخت بھی بہت سے اسکے گرد لگے تھے شہزادے نے ایک ساعت وہاں دم لیا پھر نہاکر ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑ رہا اور اپنی محبوبہ کے تصور میں سو گیا ناگاہ کئی پریاں کہ اسکے حال سے واقف تھیں وہ بھی وہاں پہونچیں اور اسی تالاب میں نہاکر بال سکھلانے لگیں انہیں سے ایک کی نظر جو شاہزادے پر جا پڑی ساتھیوں سے کہنے لگی بکاؤلی کا بیاہتا یہی ہے تاج الملوک کے کان میں جو لہی یہ آواز پڑی آنکھیں کھول دیں اور پریوں سے با چشم تر نہار پوچھا تمھیں

کچھ معلوم ہے کہ بکاؤلی کہاں ہے اُنکا دل اُسکا حالِ زار دیکھ کر بھر آیا
بولیں کہ آنکھوں سے تو نہیں دیکھا مگر سُنا ہے کہ سنگلدیپ میں ایک
بتخانے میں ہے مگر نیچے کا دھڑ ناف تک پتھر کا ہو گیا ہے تمام دن اُس
مندر کا دروازہ بند رہتا ہے اور پہر رات کے بعد صبح تک کھلا
شہزادے نے پوچھا کہ وہ کس طرح ہے اور کتنی دور ہے اُنھوں
نے جواب دیا راہ کی مصیبت تو ایک طرف آدمی اگر ساری عمر
چلے جب بھی وہاں نہ پہونچے تاج الملوک یہ سُنکر مایوس ہوا اور
اپنی زندگی سے ہاتھ اُٹھا کر ٹکریں مارنے لگا اور پتھروں سے سر
پھوڑنے لگا پریوں نے اُسکے حال پر رحم کھا کر
آپس میں مشورہ کیا کہ اس آفت رسیدہ کو وہاں پہونچا یا چاہیئے آگے
اُسکی قسمت میں جو ہونا ہے سو ہو دیگا فوراً اُسے لیکر اُڑیں اور بات کی
بات میں وہاں پہونچا دیا ایک لمحے کے بعد اُس مایوس کو ذرا حواس آئے
تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر رشک بہشت بریں زمین پر آباد ہے اور
عجائب اُسکا سواد ہے رنڈی مرد وہاں کوئی بدصورت نظر نہیں آتا
بلکہ درخت بھی وہاں کے ایسے قد موزوں رکھتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ
رہتے ہیں آخر سیر کرتا کرتا بازار کی طرف جا نکلا راہ میں ایک برہمن پجاری ملا
اُس سے پوچھا کہ دیوتا تم کون سے ٹھاکردوارے کے پجاری ہو برہمن نے کہا کہ راجہ چترسین
جو اس ملک کا والی ہے اُسکے ٹھاکردوارے کا میں پجاری ہوں پھر تاج الملوک نے پوچھا کہ
اس شہر میں کتنے ٹھاکردوارے مندر ہیں جو معروف و مشہور رکھتے برہمن نے بتادئے پھر یہ کہا کہ تھوڑے دنوں
سے دکھن کی طرف دریا کے کنارے ایک نیا مندر پیدا ہوا ہے دن بھر
اُسکا دروازہ نہیں کھلتا کوئی نہیں جانتا کہ اُسمیں کیا ہے شہزادہ

یہ بات سنکر خوش ہوا اور اُسی طرف جاکر دریا کے کنارے مندر کے
دروازے پر بیٹھ رہا پہر رات جب گذری اُس استھان کے کواڑ
یکایک کھل گئے تاج الملوک اندر گیا دیکھا کہ بکاؤلی آدھی بصورت اصلی
اور آدھی پتھر کی دیوار کا تکیہ لگائے پاؤں پھیلائے بیٹھی ہے اسکو
دیکھکر حیرت سے پوچھا تو یہاں کیونکر آیا اُسنے تمام ماجرا کہکر سنایا
پھر ساری رات دونوں باتوں میں مشغول رہے پھر صبح ہونے لگی
بکاؤلی نے شہزادے سے کہا اب تو یہاں سے جا اگر آفتاب نکل آئیگا
تو تجھسا تو بھی ہوجائیگا اسکے بعد ایک موتی اپنے کان سے نکال کر اُسنے دیا
کہ بالفعل اسے بیچکر اسباب درست کر اور چندے اوقات کاٹ
تاج الملوک لیکر اُسی شہر میں آیا اور اُسے کئی ہزار روپے کو بیچ کر ایک حویلی
پختہ مول لی اسباب ضروری بھی بنا لیا اور کئی خدمتگار نوکر رکھے جب
رات ہوتی بکاؤلی کے پاس جاتا اور صبح اپنے مکان میں آتا اسی طرح
ایک مدت گذر گئی بعضے بعضے اشخاص ہمسایہ کے شہزادے کے آشنا ہوگئے تھے
اُسکو شہر کی سیر دکھانے لگے ایک روز تاج الملوک اُنکے ساتھ سیر کو نکلا
تھا ایک گروہ سر و پا برہنہ بحالت تباہ نظر آیا شہزادے نے یاروں
سے پوچھا کہ یہ اشخاص اگرچہ بہ لباس فقیر ہیں لیکن بصورت امیر معلوم
ہوتے ہیں خدا جانے اسکا سبب کیا ہے اُن میں سے ایک بولا ان میں
بعضے شہزادے ہیں اور کئی امیرزادے لیکن سب جلے ہوئے آتش عشق
اور اشتیاق کے اور لٹائے ناوک فراق کے ہیں قصہ انکا یوں ہے
کہ راجہ چترسین کی ایک بیٹی مہ پارہ بلکہ آسمان خوبی کا ستارہ ہے
اُسکے مانند کوئی عورت حسین اس سرزمین میں نہیں ہے -

اشعار

نازظاہر ہے قد موزوں سے — مے ٹپکتی ہے چشم میگوں سے
سیکڑوں کشتے اسکے ابرو کے — لاکھ بندے ہیں تار گیسو کے
زلف اسکی ہے جس قدر شبگوں — ہے سیہ بخت اسقدر مفتوں
امرت اور زہر آنکھیں ہیں اسکی — دم میں مارے ہیں اور جلائیں بھی
ننگ و ناموس ہوکہ ہاتھ سے دے — اسکے کوچہ کی سمت راہ وہ لے

قصہ مختصر ایک تو وہ آپ ہی پری پیکر قاتل گبر و مسلمان ہے دوسرے اسکے ساتھ اور بھی دو کافر بن غارتگر ایمان ہیں ایک تنبولی کی لڑکی نبیلا نام اور دوسری مالی کی چنبیلا اسم باسمی ہے غرض تینوں آپس میں اخلاص دلی رکھتی ہیں اٹھنا بیٹھنا جاگنا سونا کھانا پینا دن رات ایک جگہ ہے اور اپنے اپنے بیاہ کی کبھی ہر ایک آپ مختار ہے جسے پسند کرے اسی سے ہو کسی کو اس بات میں دخل نہیں لیکن اب تک کوئی اسکا منظور نظر نہیں ہوا اور آنکھوں میں نہیں ٹھہرا شہزادہ یہ سنکر چپکا ہو رہا اتفاقاً ایک روز وا ماندۂ بیابان عشق اس حور بہشت کے محل کے نیچے جا نکلا تھا شائق اسکے گل رخسار کو بلبل وار تکتے تھے اور دیوانوں کی طرح آپس میں کچھ بکتے تھے اور وہ پری زاد بیٹھی جھروکے سے دیکھ رہی تھی کہ شہزادہ آنکھ دوچار ہوا عشق کا تیر دل کے پار ہوا عنان صبر و شکیب ہاتھ سے چھٹ گئی متاع ہوش و حواس لٹ گئی بیخود ہو کر گر پڑی نبیلا اور چنبیلا نے دوڑ کر اٹھایا منہ پر گلاب چھڑکا عطر سونگھایا

کچھ ٹھہری ہوش آیا لیکن سکتے کی سی حالت ہر چند اُنھوں نے حال پوچھا
اُسنے کچھ نہ بتایا حیرت کو مُنھ پہ اُسی طرح رہنے دیا تب نرملا نے کھڑکی سے نیچے
جھانک شہزادے کو دیکھا اور چہرا وت سے بیتابی کا سبب دریافت کیا
پھر تسلی دیکر کہنے لگی کہ اسے رانی تیری بیقراری نے تو ہمکو دیوانہ بنایا اور
اضطرابی نے دامن صبر چھڑایا اتنی کیوں گھبرائی ہے اور کس واسطے آپ کو
دیوانہ بنائی ہے تیرے باپ نے تو بیاہ کی تجویز تجھپر موقوف رکھی ہے جسکو
تو پسند کریگی اُسی سے تیری شادی کریگا خاطر جمع رکھ اسس جوان
ابلق سوار کو جسکو دیکھکر تیری حالت تغیر ہوئی ہے تجھسے ملا دونگی اگر
فرشتہ ہے تو کبھی تیرے دام سے جا نہیں سکتا اور کوئی اُسکو چھڑا نہیں سکتا
دیکھو تو ایسے جال میں پھنسا لی ہوں کہ ہل نہ سکے اور ایک قدم آگے چل نہ سکے
یہ کہکر ایک کٹنی اُسکے حال کی تحقیقات کو بھیجی وہ عجب ایک شوخی وطنازی
سے آئی اور آتے ہی شہزادے کے گھوڑے کا شکار بند پکڑ کر کہنے لگی
تو نہیں جانتا کہ یہ شہر مقتل ہوا ہے اور یہاں عاشقوں کو سولی دینا روا ہے
یہاں کے پری رو ہر مرغ زیرک کو تار زلف میں ادا سے پھنسا لیتے ہیں اور ایک نگاہ
ناز سے خاک پر گرا دیتے ہیں تو کس جرات اور دلیری سے ادھر آ ادھر
پھرتا ہے اور بادشاہوں کے محلوں کی طرف دیدہ بازی کرتا ہے مگر
آتش کا پرکالہ ہے جو شمع رخوں کے دل کو پگھلاتا ہے اور سنگدلوں کے
کلیجے کو موم بناتا ہے کدھر سے آیا ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے اپنے
حسب اور نسب اور وطن سے آگاہ کر تاج الملوک اُسکی باتوں سے
تاڑ گیا کہ کسی کی بھیجی ہوئی ہے بولا اسنے مجھکو بہت باتیں نہ بنا میرے
داغ دل سے روئی نہ اٹھا اپنے کسی مجروح کے زخم پر مرہم لگا سُن

وطن میرا مطلع خورشید سے روشن تر ہے اور نام میرا افسر سلاطین ہے
دریافت کر لے جسکی تو بھیجی ہوئی آئی ہے اس سے جاکر کہدے کہ مجھ مسافر
مصیبت زدہ کی طرف خیال نہ کرے اور مجھ سودائی پر دھیان نہ رکھے۔

بیت

خوش جو آنے سے ہو اسکے پاس جا ‏ ‏ ‏ ‏ ناز سے پیر کر جو ہو خواہاں ترا

مشاطہ جان گئی کہ وطن اسکا شرقستان ہے اور نام تاج الملوک
عالی نسب والا حسب ہے غرض تمام حال دریافت کرکے چترادت سے
آکر بیان کیا شہزادہ روز پوشاک بدلتا اور اسکے جھروکے کے نیچے
ہوکر نکلتا چترادت اسکے فراق سے چودھویں رات کے چاند کی طرح
گھٹنے لگی چند روز تو یہ راز چھپا رہا آخرش کھلگیا یہاں تک کہ باپ
نے بھی سنا تب راجہ نے ایک دلالہ بڑی ہوشیار سخنۃ کار بلائی اور شہزادے
کے پاس بھیجی کہ لڑکی کی نسبت کا پیغام اسکو دے اور اسکے دل کو ہر طرح سے
لبھائے الغصہ اسنے چترسین کا پیغام شہزادے کو دیا اور اس گل اندام
کا حسن بیان کیا اسنے تمام و کمال سنکر جواب دیا کہ تو میری طرف سے
بعد سلام دنیاز کے راجہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ جو کوئی قبائے شاہی
اور تاج شاہنشاہی چھوڑکر رنج سفر اور خرقۂ فقر اختیار کرے اور اپنے
بیگانے سے کنارہ پکڑے اسکی پابندی کا خیال کرنا فی الحقیقت پانی پر
نقش بنانا اور ہوا کو گرہ میں باندھنا ہے یہ کہا اور اسکو رخصت کیا دلالہ
نے تاج الملوک کے انکار کرنے کی کیفیت راجہ سے عرض کی چترسین
اسکے اغماض کرنے سے متفکر ہوا اور وزیر سے مشورت کی اسنے عرض کی

ایک غریب الوطن کو اگر بادشاہ اپنا مطیع کیا چاہے تو کیا بڑی بات ہے آپ دیکھتے رہیں میں اسکو کس گھاٹ اتارتا ہوں الغرض وہ مکار اس بات کے درپے ہوا کہ شہزادے کو چوری کی تہمت لگا کر گنہگار ٹھہرائے اور اپنا کام اُس کے ہاتھ سے یوں نکالے سچ ہے کہ جو کوئی حکمت حکیم مطلق کی گوناگوں تامل کی نظر سے دیکھے تو کسی چیز کو خالی شر سے نہ پاوے اور ہر ایک شر کے بعد خیر ملاحظہ کرے اسے عزیز حق تعالیٰ نے عالم ارواح کو بدن سے رخصت دی ہے پس جو حرکت کہ بظاہر بدن سے ہو حقیقت میں روح سے ہے غرض کہ جو فساد کہ اس عالم کون و فساد میں ہو تو اُسکی طرف سے جان۔ لیکن منثر نہ سمجھ کہ در پردہ خیر ہے کیونکہ وہاں شر کی گنجایش نہیں القصہ تاج الملوک کو خرچ کی احتیاج ہوئی چاہا کہ بکاؤلی سے مانگے اس میں وہ سانپ کا من اپنی ران کا رکھا ہوا یاد آیا جرّاح کو بلا کر ران چروائی اور وہ مہرہ نکال کر زخم پر مرہم لگا دیا جبکہ اچھا ہوا بازار میں لے گیا جوہری دیکھ کر حیران ہوئے وزیر کو جا کر خبر کی کہ ایک شخص ایسا جواہر بیچنے لایا ہے کہ ہمنے ساری عمر نہیں دیکھا اور بادشاہ کے سوا کوئی بھی اُسکی قیمت دے نہیں سکتا سنتے ہی وزیر نے کئی جوان اُسکے ساتھ کر دیے اور اُس غریب الوطن کو ناحق پکڑوا منگوایا دیکھا تو وہی شخص ہے فی الفور اُسے چوری کی تہمت لگا کر قید کیا اور راجہ کو یہ مژدہ سنایا کہ پرندہ دام توڑ کر اُڑ گیا تھا آج فریب سے میں نے اُسے پکڑا اب یقین ہے کہ جو آپ کہیں گے قبول کریگا۔

تئیسویں داستان بیاہ ہونے میں تاج الملوک کے چترا وت سے اور کھودنے میں دیو ہری کے جسمیں بکاؤلی تھی

جب شاہزادے کو راجہ چتر سین نے بندیخانہ میں نہایت تنگ کیا کہ چترا وت سے شادی قبول کرے لیکن وہ عہد کی سختیاں ہرگز خاطر میں نہ لاتا تھا بکاؤلی کے فراق میں دن رات چلاّتا تھا اور دیوار سے سر ٹکراتا تھا ایک دن وہاں کے داروغہ نے راجہ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ لوگرفتار مانند مرغ بسمل بیقرار نہ رات اور نہ دن خاک پر لوٹتا ہے اگر اسے جلد آزاد نہ کیجیئے گا تو خون ناحق سرپہ لیجیئے گا چند روز میں تڑپ تڑپ کے مر جائیگا مہاراج نے اسے تو کچھ جواب نہ دیا لیکن بیٹی کو کہلا بھیجا کہ تو جاکر اپنے شمع جمال کا پرتو اسپر ڈال شاید تجھپر پروانہ وار پگھل جائے اور اسکی متاع غرور جل جائے چترا وت یہ بات سنکر نہایت شاد ہوئی جلد آپ کو آراستہ کیا حُسن مادرزاد کو زیب و زینت سے دونا کردیا پھر نرملا و چپلا بھی بن ٹھنکر زہرہ و مشتری کے مانند اس ماہرو کے ساتھ ہولیں غرض تینوں شاہزادے کے پاس پہونچیں۔

اشعار

گئی زنداں میں وہ رشک زلیخا	وہاں اُس یوسف ثانی کو دیکھا
بڑا سے نذر وہ لائی تھی جو جو	رکھا فی الفور اسکے آگے سب کو

وہ کیا تھے یعنے دنداں مثل گوہر عقیقِ لب بھی برگِ گل سے خوشتر
پھر ایسے ساعدِ سیمیں دکھائے کہ چاندی چاند کی جسنے لجائے
رخِ گلرنگ کا وہ زرد کھایا چمک نے جسکے سورج کو جلایا
سو نکہائی عطر سی بو اپنے تن کی مہک شرمندہ کی مشک ختن کی
پھر آنکھوں کے آسے دکھلائے بادام عوض عنبر کے زلفِ عنبریں فام
رکھا سیب ذقن پھر آس کے آگے کہ اسکا بھی مزہ وہ شوخ چکھے
مگر رکھے انار سینہ مخفی اطاعت اُسنے کی شرم و حیا کی

لیکن شاہزادے کی نظر قبول اُن میں سے کسی پہ نہ پڑی اور کوئی چیز اُسکی نگاہ پہ نہ چڑھی فی الواقع اگر چترادت کی آتش باطن تاثیر دار نہوتی تو پھر اُسکے تحفۂ ظاہری خراب جاتے ساری محنت رایگاں ہوتی سخن اے عزیز رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے عبادت کو بادشاہ حقیقی کی نذر کے لائق نہ دیکھا عجز سے کہا کہ عبادت تیری ہیں لئے جیسی چاہیئے نہیں کی پھر کسکا منہہ ہے کہ اپنی عبادت پر نازاں ہو بہتر یہی ہے کہ آپ کو اُسکی محبت کی کٹھریا میں یہانتک پگھلاے کہ اکسیر کے مانند خاک ہوجائے تا شاہان اکسیر پسند کی آنکھوں میں سونے سے زیادہ نظر آے القصہ جب چترادت نے دیکھا کہ چشم جادو اور تیغ ابرو سے کچھ نہ ہوسکے گا ناطاقت ہوکر شہزادے کے آگے گر پڑی تڑپنے لگی یہانتک کہ شہزادے کے دل کو صدمہ پہونچا بے اختیار اُٹھکر کھڑا ہوا اور اُسکو آغوش میں کھینچ لیا شادی قبول کی کیونکہ بے اسکی خاطرداری اور رضامندی کے کسی طرح اپنی رہائی نہ دیکھی نرملا نے فی الفور خوشخبری راجہ کو پہونچائی کہ چترادت گل مراد سے دامن بھرکر گھر میں آئی چترسین نے فی الفور

شہزادے کو بندی خانے سے نکالا حمام میں بھیجا اور خلعت شاہانہ مرحمت فرمایا پھر ایک مکان دلچسپ رہنے کو اور ساعت دیکھ کر اپنے خاندان کی رسم کے موافق اس دُرِّ ناسفتہ کو اس لعلِ گرانبہا کے ساتھ بیاہ دیا تاج الملوک جتنی رات کے خلوت کدے میں آیا نہ ملا اور چپکا اپنے اپنے عہد سے پیار کر کھڑی ہوئیں اور انھوں نے بھی گرمیاں بہت دکھلائیں لیکن شہزادے نے کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا سر نیچے کئے بیٹھا رہا جب پہر رات گذری اُٹھ کھڑا ہوا اور بکاؤلی کے مندر کی طرف کی طرف چلا چند روز سے جو اُس گرفتارِ دامِ بلا کو نہ دیکھا تھا تڑپ رہی تھی اور سر دے دے مارتی تھی اتنے میں شہزادہ بھی جا پہونچا دیکھتے ہی شاد ہو گئی اور سنبھل بیٹھی لیکن ہاتھ پاؤں کی مہندی دیکھ کر اس رشکِ چمن کا منہ غصے سے لال ہوا دکھ درد کمال ہوا طاقت خموشی کی جاتی رہی کہنے لگی واہ واہ شہزادے اتنے دنوں کے بعد آئے مگر خوب رنگ لائے عاشقوں کا نام تو نے ڈبویا وفا کو داغ لگایا زنہار عاشقی کا دم اب کبھی نہ بھرنا اپنا عشق کسی سے ظاہر نہ کرنا۔

مثنوی

اَرے سنگدل تو نے یہ کیا کیا — کر انصاف اپنے ہی دل میں ذرا
مرا جسم گلرنگ ہو جائے سنگ — حنا کا ہو پھر تیرے ہاتھوں پہ رنگ
میں پتھر کی ہو کر رہوں پڑی — کر سے بیٹھ تو غیر سے ہر گھڑی
مرا سینۂ دل یہاں داغ کھائے — وہاں اور گل کو گلے تو لگائے

غضب ہے کہ معشوق غم سے جلے — شب و روز دست تاسف ملے
جو عاشق ہو خوش ہو کے ڈھولیں بجائے — وہ ماتم نشیں ہو یہ شادی رچائے
نہ لے نام چاہت کا اسے بد گہر — پڑیں تجھ پہ ایسی تری چاہ پر
اٹھے درد و غم کی مرے دل میں ہوک — کرے چین تو چین تاج الملوک
جو رنجش کی باتوں کو آ سنے تنا — لگا بید سا کانپنے سر دھنا
کہاں ہے ترا کس طرف آج دھیان — خیال ایسے دل میں نہ لا مری جان
اگرچہ ہوں شہزادۂ نامدار — مگر ہوں ترا بندۂ جاں نثار
بلا شبہ ہوں مالکِ تخت و جاہ — میں تیرا ہوں مملوک اے رشک ماہ
مرا گوشت اور پوست سب ہے ترا — ترے ہاتھ مدت سے میں بک چکا
یہ جلوے نے دیوانہ مجھکو کیا — کہ اپنوں سے بیگانہ مجھکو کیا
مرے دلکو جس دن سے بھائی ہے تو — ان آنکھوں میں جب سے سمائی ہے تو
جبھی سے کوئی چیز بھاتی نہیں — نظر میں کوئی شے سماتی نہیں
ترے پانوں سا منھ نہیں چاند کا — تصدق ہے تجھ پر سے یہ دل مرا
سوا تیرے پھر کس سے اے دلربا — یہ عاشق ترا ہووے گا مبتلا
نہیں اور تجھ سی کوئی دوسری — پڑے آنکھ کس پہ بھلا اب مری
نہ مجھ سے کبھی ہو جیو بدگماں — میں عاشق بدل ہوں ترا میری جاں
یہ کیا دخل ہے حکم سے گر پھرے دل — جو فرمائے فوراً وہی میں کروں
تعلق نہیں اور کسے ساتھ ہے — مرا جینا مرنا ترے ہاتھ ہے
مگر کیا کروں سخت ناچار تھا — پڑی قید میں میں گرفتار تھا
مجھے خواہش کہ خدائی نہ تھی — مگر اپنے کیے بھی رہائی نہ تھی
نہ کرتا جو اس کام کو میں بھلا — تو آ کر تجھے کس طرح دیکھتا

میں اُس قید خانہ میں مرتا اُدھر
تو اس بتکدے میں تڑپتی اِدھر

پہونچتی نہ میری خبر تجھ تلک
نہ حالت ترے درد کی مجھ تلک

فقط اپنا ہی دیکھتا جو ضرر
تو کرتا نہ یہ بات اے سیمبر

مجھے اپنا جی ایسا پیارا نہ تھا
مگر تیرا نقصاں گوارا نہ تھا

یقیں تھا مرے دلکو اس بات کا
جیے گی نہ تو بھی جو میں مر گیا

اسی ڈر سے یہ امر میں نے کیا
مجھے ورنہ شادی سے کیا کام تھا

پری نے یہ سنکر غضب سے کہا
بھلا جھوٹھ اتنا سہے کیوں یہ بکتا

کوئی بیاہ کرتا نہیں جبر سے
حذر چاہیے ہے مرے صبر سے

وفا اور محبت تری دیکھ لی
یہ دو دن کی چاہت تری دیکھ لی

تجھے عیش و عشرت مبارک رہے
مجھے رنج و زحمت مبارک رہے

تجھے مجھ سے اس حال میں کام کیا
برے وقت کا کون ہے جز خدا

سنا اس طرح کا جو اسنے کلام
لیا اپنا دل دونوں ہاتھوں سے تھام

دم سرد بھر بھر کے رونے لگا
دل و جاں کو ہاتھوں سے کھونے لگا

پری نے جو دیکھا اُسے اشکبار
لگی آپ بھی رونے بے اختیار

یہ حالت بڑی دیر طاری رہی
کہ دونوں طرف آہ و زاری رہی

پھر آخر کو وہ عاشق بے قرار
گرا اُسکے قدموں پہ بے اختیار

پری بھی تحمل نہ کچھ کر سکی
اٹھا کر سر اُسکا گلے لگ گئی

کہ میں تجھ سے جی میں نہیں کچھ خفا
یہ شکوہ زبانی فقط تھا مرا

ہے منظور بس مجھکو تیری خوشی
خفا ہونے والی میں صدقے گئی

وہی مصلحت تھی جو تو نے کیا
میں عورت ہوں آخر مری عقل کیا

ہوا تجھ سے جو مجھکو وہ سب قبول
نہ ہو تو ذرا اپنے دل میں ملول

ہزاروں ہیں گلرو اگر تیرے پاس — تو ہے جان و دل سے مگر میرے پاس

القصہ اسی طرح کے کلام آپس میں رہے ہر گھڑی اُدھر سے ناز تھا
اس طرف سے نیاز تھا القصہ تاج الملوک نے اپنے قید ہونے کا اور
چتراوت سے شادی کرنے کا ماجرا مفصل بیان کیا اور اُس آئینہ رو کے
دل سے غبار کدورت بالکل دھویا اتنے میں صبح نمود ہوئی تاج الملوک
گھر گیا اور چتراوت کے پلنگ پر سو رہا اسی طرح بلا ناغہ ہر شب بکاؤلی کے پاس
جاتا تھا اور دن چتراوت کے ساتھ نقل اور حکایات میں کاٹتا تھا وہ شہزادے کی ایسی حرکات سے
نہایت حیران تھی اور اپنے دل میں کہتی تھی یا الٰہی طرفہ ماجرا یہ ہے کہ
باوجود اس قربت کے میرے دل کی آگ شہزادے کی پنبۂ راز کو
سلگاتی نہیں اور اسکے خرمن تحمل کو جلاتی نہیں تعجب ہے کہ بیدل و دلارام
ایک گھر میں ہیں اور تفاوت پورب پچھم کا سا ہے اے عزیز جب تک
تیرے دل کی آنکھیں اغیار کے حسن کو دیکھنے والی ہیں تجھے یار کی صورت
نظر نہیں آتی ہر چند بے پردہ ہو پہلے خار رغبت اغیار کو دل کی سرزمین
سے اکھاڑ کر پھینک دے پھر گل رخسار یار کو آئینہ دل میں دیکھ لے اگر تو اپنے
گلشن وجود کو بہ نظر تامل دیکھے تو اُن میں رنگ و بو کے سوا کچھ نہ پاوے
القصہ ایک دن چتراوت نے شہزادے کا گلہ اپنے باپ سے کیا اور
اُسکی بے التفاتی کا سارا حال کہا راجہ نے کئی جاسوس شاہزادے
کے پیچھے لگائے تا اس بات کو جلد تحقیق کریں کہ یہ تمام رات کہاں
رہتا ہے وہ اسی تلاش میں تھے کہ یہ اسی وقت پھر گھر سے نکلا اور
اُسی مندر میں گیا رات بھر رہا صبح ہوتے ہی پھر محل میں داخل ہوا
فوراً انھوں نے جاکر راجہ سے عرض کی کہ شاہزادہ فلانے مندر میں

صبح تک رہتا ہے اُس سے دل لے کئی سنگ تراش چالاک دست اُسی وقت بھیجے کہ اُسکو کھود کر پھینکدیں اُنھوں نے بموجب حکم کے اُس مندر کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ کر دریا میں ڈال دیا تاج الملوک جو اپنی عادت پر وہاں گیا تو اُسکا نشان بھی نہ پایا دیوانوں کے مانند وہاں کی خاک پر لوٹنے لگا اور یہ رباعی پڑھنے لگا۔

اشعار

اے جان اگر کھود چکا لوگوں میں ۔۔۔ مر مر کے وہاں آپ کو پہونچاؤں میں
کچھ ہو نہیں سکتا ہے کروں کیا لیکن ۔۔۔ پھٹ جائے زمیں اور سما جاؤں میں

آخر نا امید ہو کر ڈاڑھیں مار مار کر رو یا اور پھر آیا چند روز تو اُسکو بیقراری کی لذت اور آہ و زاری کی کثرت رہی جب اُس صنم کے وصل سے مایوس ہوا رونے کا بھی حاصل نہ دیکھا پھر اوستاد جادو بھری باتوں پر دھیان کیا غرض نسیم وار اُسکے غنچہ امید کو شگفتگی بخشی اور نیسان وصال سے اُسکی صدف آرزو کو پر گہر کیا۔

چوبیسویں داستان بکاؤلی کے پیدا ہونے کی ایک کسان کے گھر میں اور تاج الملوک اور چتراوت کے ملنے میں اور پہونچنے میں ملک نگارین کے

کہتے ہیں کہ اُس پیغام پہنچانے کی تدبیر کو ایک کسان سے جوتا اور

وہاں سرسوں بوئی تاج الملوک کبھی کبھی اسکے سبزے کو دیکھنے جاتا
تھا اور اپنے دل بیقرار کو وہاں کے سبزے سے تسکین دیتا تھا
جب وہ پھولی اور اسنے بہار پیدا کی تب شاہزادہ دونوں وقت وہاں
جانے لگا اور یہ رباعی پڑھنے لگا۔

رباعی

کیا رنگ تمہارا ہے کہو تو چھوڑ لو　　آتی ہے تجھے عشق کی اس رنگت بو
نکلے ہو زمیں سے اسلئے پوچھتا ہوں　　گلشن سے مرے کچھ بھی خبر رکھتے ہو

القصہ وہ کھیت پکا اور کسان نے کاٹکر اسکا تیل نکالا از بسکہ
کسانوں کا چلن یہ ہے کہ جو چیز کھیت میں اگتی ہے اسکو پہلے آپ
کھاتے ہیں اس لیئے وہ اسکی جورو کے کھانے میں آیا باوجود کہ وہ
بانجھ تھی خدا کی قدرت کاملہ سے حاملہ ہوئی اور نو مہینے کے بعد
لڑکی پری پیکر جنی کسان کا گھر بے چراغ اندھیرا تھا اس شمع کے
پرتو سے روشن ہو گیا ہر طرف دھوم پڑی کہ ایک بانجھ کے گھر سرسوں
کے تیل کی تاثیر سے ایک لڑکی نہایت حسین ایسی پیدا ہوئی کہ اسکے
حسن کی تعریف کسی سے نہیں ہو سکتی منہہ کی چمک نے چودھویں رات
کے چاند کو ماند کر دیا جب چودہ برس کی ہوگی تب سورج کو بھی داغ
دیگی رفتہ رفتہ یہ بات تاج الملوک کے بھی کان تک پہونچی جانا کہ
یہ تاثیر اسی سرسوں کی ہے کسان کو اسکی بیٹی سمیت بلوا بھیجا جونہیں
نظر اس لڑکی پر پڑی اسکی شکل اپنی معشوق کے مطابق پائی نہایت
شاد ہوا سمجھا کہ یہاں اسنے جنم لیا ہے بہت سے روپیہ اس کسان کو

دے کر رخصت کیا کہ اس لڑکی کو بخوبی پرورش کر جب وہ سات برس کی
ہوئی ہر طرف سے اُسکی شادی کے پیغام کسان کو آنے لگے لیکن وہ اُس
اندیشہ سے کہ شاہزادے نے پرورش کے واسطے تاکید شدید کی تھی
خدا جانے آگے اُسے کیا منظور ہے کہ میری جان پر آبنے سب کو صاف
جواب دیتا اور بہانہ یہ کرتا تھا کہ جس وقت وہ سیانی ہوگی جسے پسند
کرے گی اُسکے ساتھ بیاہ دونگا قصہ مختصر جب اُسنے دسویں برس
میں پاؤں رکھا تاج الملوک نے اس دہقان کے پاس ایک مشاطہ
کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دے یہ سنکر
وہ بیچارہ کانپنے لگا کہ مجھ غریب و عاجز کا یہ منہ کہاں کہ بادشاہ کے
داماد کو اپنا داماد کروں اُسکا آخر یہی پھل ہوگا کہ میری بیٹی لونڈی ہوکر
رہے گی ہزار افسوس ایسی مہاسندر راجہ کی بیٹی کی چھیری بناؤں اور
اُسکے آگے اسکو ڈالوں یہ سنکر لڑکی نے کہا سنو بابا میرا نام بکاؤلی
ہے میں پری کی بیٹی ہوں تم ایسے اندیشے نہ کرو سب طرح خاطر جمع رکھو کچھ
وسواس نہیں کہ گل بکاؤلی کی جگہ آخر یہ ہے اور قریب ہے بکاؤلی کا مکان
شاہوں کا سا ہے تم شاہزادے سے کہلا بھیجو کہ چند روز اور بھی
توقف کرے کسان بیچارہ چپ ہو رہا مشاطہ نے آکر سب ماجرا حضور
میں عرض کیا تاج الملوک سنتے ہی مارے خوشی کے پھول گیا سارا غم و الم
بھول گیا اور اسکو بہت سا انعام دے کر رخصت کیا جب بکاؤلی کے
تخت کے دن آخر ہوئے سینکڑوں پریاں چاروں طرف سے وہاں آئیں
اور تمغہ پری بھی پوشاک بے تکلف اور جواہر بیش قیمت لے کر
مع تخت زمین پر آکر حاضر ہوئی بادشاہزادی نے کپڑے بدلے گہنا پہنا

جب بن ٹھن چکی ماں باپ سے کہا کہ میں اتنے دنوں تمہارے گھر
مہمان تھی اب رخصت ہوتی ہوں باپ کا ہاتھ پکڑ کے اسکے مکان کے
پچھواڑے لے گئی اور اشرفیوں کا دیگچہ کسی زمانہ کا گڑا ہوا بتا دیا کہ اسکو
نکال کر خرچ میں لاؤ۔ پھر رخصت ہوئی اور تخت پر سوار ہو بیٹھی
پریاں فی الفور اسکو اٹھا کر لے اڑیں اور جس جگہ کہ تاج الملوک چتراوت
اور نرملا اور رجیلا کو لئے بیٹھا تھا آ کر اتریں بکاؤلی نے سب کو
وہیں چھوڑا آپ اکیلی اندر گئی اور چتراوت کا ہاتھ پکڑ کر بہنوں کی طرح
ناز سے گلے لگ گئی وہ اسکی سج دھج دیکھکر سمجھ گئی اس پہیلی کو سنا
سے دب کر بیٹھی پھر پری نے تمام اپنی سرگذشت شہزادے سے
کہی اور اسکی تسلی کی پھر چتراوت سے کہا کہ اگر شہزادے کی رفاقت منظور
ہو تو بسم اللہ اٹھ کھڑی ہو وہ تمہارا گھر ہے کچھ اندیشہ نہ کر چتراوت
نے کہا کہ میری جان شاہزادے کے ساتھ ہے اس جسم خالی کو [illegible]
بدل حاضر ہوں اسی وقت بکاؤلی نے پریوں کو اشارے سے کہا کہ تم
ظاہر ہو۔ نقل کرتے ہیں کہ جب پھر زمین سنگلدیپ کی پریوں سے
خالی نہ رہی شہر میں دھوم پڑ گئی لوگ گھبرائے یہاں تک کہ راجہ مضطر
ہو کر بیٹی کے محل میں دوڑا آیا دیکھتے ہی اسکو شہزادہ استقبال
کے واسطے اٹھ کھڑا ہوا چند قدم بڑھا اور اپنی مسند پر بٹھایا پھر اپنا
اور بکاؤلی کا احوال مفصل کہکر سنایا پہلے تو بہت سا کڑھا پھر
نہایت خوش ہوا اور چتراوت کا ہاتھ پکڑ کر بکاؤلی کے ہاتھ میں
دیا اور کہا کہ یہ میری اکلوتی بیٹی ہے تیری پرستاری کے واسطے
دیتا ہوں توقع کہ اسپر نظر مہربانی کی رکھیو اور اپنی لونڈی جانیو یہ کہکر

رخصت کیا تاج الملوک تخت پر سوار ہوا بکاؤلی اور چتراوت
داہنے بائیں بیٹھیں اور ہر ملا اور چپلا ادب سے سامنے پھر پریاں
تخت کو لے کر اڑیں بات کی بات میں تاج الملوک کی ڈیوڑھی پر
جا کر رکھ دیا بکاؤلی اور چتراوت جو اندر گئیں زین الملوک کے
وزیر کا بیٹا بہرام نام کہ ملک نگارین اور باغ اور قصر کا علاقہ
اسی کو تھا نذر لے کر دوڑا آیا آداب بجا لا کر اپنا نام و نشان بتلایا
تاج الملوک نے اسپر بہت سی نوازش فرمائی نذر لی خلعت دیا پیچھے
دولت خانے میں داخل ہوئے دلبر اور محمودہ دیکھتے ہی شہزادے کو
نہایت شاد ہوئیں پھر بکاؤلی اور چتراوت سے خوشی خوشی ملیں۔

چھبیسویں داستان تاج الملوک کے نامہ لکھنے میں
فیروز شاہ اور مظفر شاہ اور اپنے باپ کو اور آنے میں
اُنکے تاج الملوک کی ملاقات کو اور روح افزا پر عاشق ہونا بہرام کا

مصوّر نگارستان عشق کا اس داستان کی تصویر صفحۂ کاغذ پر
یوں کھینچتا ہے کہ تاج الملوک نے فیروز شاہ اور مظفر شاہ اور زین الملوک
کو مژدہ اپنے پہونچنے کا لکھ بھیجا اسکو پڑھکر ہر ایک کا دل تر و تازہ
ہوا چنانچہ فیروز شاہ نے مع قبیلہ خاتون بڑے جاہ و حشمت سے
شرقستان کی طرف کوچ کیا اور مظفر شاہ حسن آرا اور روح افزا کو ساتھ

لے کر اسی تجمل سے روانہ ہوا اور زین الملوک بھی خاص محل کو ہمراہ لے کر
بڑے کروفر فوج اور لشکر سے چلا غرض تھوڑے دنوں میں ملک نگارین
میں آپہونچے اور اُسکے گرد و نواح میں انسان اور پریزاد کی ایسی کثرت ہوئی
کہ تل دھرنے کی جگہ نہ رہی بارے تاج الملوک اور بکاؤلی کے دیدار سے سب مسرور ہوئے اور ہر ایک دل سے
رنج و الم دور ہوئے تین روز تک جشن رہا ناچ راگ دن رات ہوا کیا
چوتھے دن ہر ایک شاد و خرم رخصت ہو کر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوا
مگر بکاؤلی نے روح افزا کو نہ چھوڑا کہ چند روز اور بھی اسکی صحبت سے
حظ زندگانی اٹھائے اور ایام جدائی کی سختیاں سب دل سے بھلائے
عقیق کا دالان اُسکی خوابگاہ کے واسطے مقرر کیا وہ پری پیکر اُس حور سرشت
کے ساتھ پہر رات گئے تک سرگرم گفتگو رہتی تھی پھر خوابگاہ میں جا کر
سو رہتی تھی ایک رات کی نقل ہے کہ روح افزا کی چوٹی سوتے میں
کھڑکی کے باہر جا پڑی تھی اُسکے موباف میں ایک گوہر شب چراغ چمک رہا تھا
بہرام بھی اُسی وقت چاند کی سیر کرتا ہوا ادھر جا نکلا جبکہ نگاہ اُسپر جا پڑی
پہلے تو سمجھا کہ کالا اپنا من منھ میں لئے چڑھا جاتا ہے پھر غور سے جو دیکھا
تو معلوم کیا کہ کسی کی چوٹی میں لعل چمکتا ہے جی میں سوچا کہ شاید بکاؤلی یہاں
سوتی ہے سوتی ہو اور اسکی چوٹی لٹک پڑی ہو لیکن دل اُسکا تمام رات
پیچ و تاب کھاتا تھا آخر رہ نہ سکا صبح کو سمن و پری سے پوچھا کہ فلانے
مکان میں کون سوتا ہے اُسنے کہا کہ وہ روح افزا کی خوابگاہ ہے سنتے ہی
اُسکے عشق کا سودا بہرام کے سر میں پیدا ہوا اور اُسکی زنجیر زلف ڈھونڈھنے لگا
چنانچہ دوسرے دن آدھی رات کے وقت کمند مار کر اُس مکان میں
جا کر اُترا اور دالان کے اندر بے تابانہ چلا گیا دیکھتا کیا ہے کہ وہ

رشک زہرا ایک سونے کے پلنگ پر ناز سے سوتی ہے یہ کیفیت اُسکی دیکھکر کیفیوں کے مانند ہوگیا اُسنے تو کبھی اس شراب کو چکھا نہ تھا اُسکا نشہ سنبھال نہ سکا بدمستوں کی طرح اُس پری پیکر سے ہم آغوش ہو کر مچھیاں لینے لگا فوراً اُسکی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ بہرام ہے اگرچہ اُس کا عشق اِسکے شیشۂ دل کو چور کر چکا تھا لیکن اتنی چالاکی اور بیباکی اُس کی طبع نازک کو خوش نہ آئی بہت سا جھنجھلائی آخرش طمانچہ مار کر ایسا دھکا دیا کہ کھڑکی سے گر پڑا اور زار زار روتا ہوا اپنے گھر چلا گیا صبح ہوتے ہی روح افزا نے بکاؤلی سے رخصت مانگی اُسنے ہرچند سماجت اور منت کی کہ چند روز اور بھی رہو روح افزا نے نہ مانا اسواسطے کہ اگر رات کی بات ظاہر ہوگی تو بکاؤلی مجھے ہنسی میں لے گی اور چھیڑے گی آخرش نہ ٹھہری اور جزیرۂ فردوس کی راہ لی لیکن بہرام کے عشق سے دن کو چین سے نہ بیٹھتی تھی اور رات کو ایک دم آرام سے نہ سوتی تھی بلکہ اکثر اوقات شمع فانوس کے مانند روتی تھی اور ساعت بساعت سموم غم سے مرجھاتی تھی اور اپنی نرگس مخمور میں گھڑی گھڑی آنسو بھر لاتی تھی سچ ہے کہ جو کوئی دیدۂ غور سے ملاحظہ کرے تو عشق کی بیتابی معشوق میں زیادہ دیکھے یہ وہ گروہ ہے کہ کسی کے گلے میں کمند عشق ڈالکر دور سے اپنے حضور میں کھینچ لے اور کسی کو فلاخن ہجر سے دور پھینکدے۔

چھبیسویں داستان بہرام کے جزیرۂ فردوس میں پہونچنے کی سمندر پری کی مدد سے اور روح افزا کے ملنے میں بنفشہ کی توجہ سے

کہتے ہیں کہ بہرام روح افزا کی فراق میں یہانتک نحیف ہوگیا کہ دبلاپے سے آنکھوں میں حلقہ پڑگئے اس بات کی سمن رو کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی چنانچہ وہ مدام اسکو نصیحت کرتی کہ اے بہرام اس خیال سے درگذر اور دل سے اندیشہ فاسد دور کر کیونکہ غیر جنس کا شجر محبت سوا فراق کے کچھ ثمر نہیں دیتا خاک میں ملے ایسی دوستی جس سے ہمیشہ خرابی اور اضطرابی جی کو رہے اور ناحق ایک بے پروا کے پیچھے دکھ اور درد سہے تو تاج الملوک کی بات پر نہ جا کہ نادر ہے یہ اتفاق ہوگیا کہ بکاؤلی کی طبیعت اسپر آگئی والا آدمی اور پری میں کیا مناسبت لطیف اور کثیف میں ملاقات کی کون صورت لیکن بہرام چپکا سنا کرتا کچھ جواب نہ دیتا تھا مگر یہ بیت پڑھتا تھا۔

بیت

نصیحت کرتے ہو ناحق تم اتنی — نہیں جانے کی زنگی سے سیاہی

جب سمن رو نے دیکھا کہ خار عشق بہرام کے جگر میں ایسا چبھا ہے

کہ اُسکا نکلنا بہت دشوار ہے کہا اے خود فراموش اس مہم میں مجھ سے
تیری امداد اور تو کچھ نہیں ہو سکتی لیکن اگر تو کہے تو میں جزیرہ فردوس
میں تجھے پہونچا دوں پھر آگے تیری قسمت ہے وہ اس بات پر بخوشی
راضی ہوا تب سمن رو نے اُسکو زنانے کپڑے اور گہنا جس قدر مناسب
تھا پہنا یا بہرام امرد تھا ہو بہو ایک رنڈی پری پیکر بنکر اُڑ چلا پھر اُسکا
ہاتھ پکڑ کر جزیرۂ فردوس کو لے آئی اور اپنی منھ بولی بہن کے گھر میں کہ اُسکا نام بنفشہ تھا اور روح
افزا کی مشاطہ تھی جا کر اُتری وہ سمن رو کے آنے سے نہایت مسرور ہوئی اور پوچھنے لگی کہ یہ نوجوان لڑکی تمہارے
ساتھ کون ہے اُسنے کہا کہ میری دینی بہن ہے اسکا جی اس سرزمین
کی سیر کو بہت چاہتا تھا اسواسطے میں تمہارے پاس لائی ہوں اسے
خوب طرح سیر کراؤ تماشے دکھاؤ اُس نے کہا بہت اچھا آنکھوں سے
پھر سمن رو رخصت ہو کر بکاؤلی کے پاس آئی اور بہرام بنفشہ کے
گھر میں رہا وہ اسے دنیا کی نعمتیں کھلاتی تھی شفقت اور مہربانی سے
دن کو ہر ایک باغ میں لے جاتی تھی اور سیر دکھلاتی تھی شام کے وقت
گھر آتی تھی پھر اپنی مشاطگی کا اسباب لے کر روح افزا کی خدمت میں
جا کر حاضر ہوتی تھی اسی طرح چند روز گذرے ایک روز بنفشہ
کہیں گئی تھی بہرام نے جو گھر خالی پایا اُسکی مشاطگی کے اسباب
میں سے آئینہ نکالکر اُسکی پشت پر یہ شعر لکھے اور اُسی جگہ
رکھدیا۔

اشعار

روشن نہ تھا یہ کچھ رخ نیکوے آئینہ   چمکا ہے تیرے عکس سے کیا روے آئینہ

مشاطہ آئینہ کو ترے آگے با ادب | بٹھلاتی ہے جو کھینچ کے زانوے آئینہ
غیرت یہ کہتی ہے کہ اسے چور سمجھئے | کیوں دیکھا تو نے جان جہاں رو ئے آئینہ
سر کھے جو تجھ سے ہوے کسی اور طور سے | نظروں سے گر پڑے رخ دلجوے آئینہ
آئینہ ایک دم نہ ٹھہرتا ترے حضور | باندھا ہے عکس زلف نے بازوے آئینہ

الغرض بنفشہ اپنے وقت پر مقابہ اور سنگار دانی لے کر روح افزا کے پاس جاکر حاضر ہوئی پھر کنگھی اور چوٹی کرکے آئینہ جو اُسکے ہاتھ میں دیا شہزادی کی نظر جو اُسکی پشت پر جا پڑی نوشتہ دیکھا اور اُس کو پڑھکر معلوم کیا ہر چند راقم اُسکا بہرام کے سوا کوئی نہیں لیکن اس بات کو اس طرح دریافت کیجئے تا اُسکے آنے کا یقین ہو جائے اور دغدغہ دل میں نہ رہے مشاطہ سے یوں مخاطب ہوئی اے بنفشہ جو چیز ہمیشہ ہے وہ کیا ہے اور وہ شے جو مدام غم کے ساتھ ہے کون شے ہے اُسنے ہر چند غور کیا لیکن جواب معقول نہ سوجھا عرض کی کہ اسکا جواب لونڈی کل دیگی اسوقت معاف کیجئے یہ کہکر گھر آئی مگر اس پہیلی کے بوجھنے میں نہایت متفکر تھی اُسکی گھبرائی صورت بہرام نے دیکھکر پوچھا بوا آج اتنی بیحواس کیوں ہو تب بنفشہ نے سوال روح افزا کا اُسکے سامنے بیان کیا اور کہا مجھکو سوا اسکے جواب میں کچھ نہیں سوجھتا اُس حکیم مطلق کا نیرنگ دوام ہے اور شادی غم سے وابستہ مدام ہے بہرام نے یہ سنکر کہا اس سوال کا یہ جواب ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے جس عاشق کے منھ پر معشوق کے ہاتھ سے طمانچے لگے ہیں وہ ہمیشہ سرخرو ہے اور مدام ناخوشی سے تلخ کام وہ ہے کہ جسکا مطلوب محجوب ہے اور وہ ہر ایک کو

اپنا محبوب سمجھتا ہے نقل مشہور ہے کہ مجنوں سے پوچھا کہ خلافت
پیغمبرؐ کی بعد خلفاے راشدین کے حق کس کا تھا اُسنے جواب دیا کہ
لیلےٰ کا القصہ بنفشہ نے اُسکا جواب دیا ہوا صبح کو روح افزا کے
حضور میں جا کر عرض کیا سنتے ہی اُسکو بہرام کے آنے کا یقین ہوا اور
بنفشہ سے پوچھنے لگی سچ کہہ یہ جواب کسنے دیا اُسنے ہر چند کہا کہ رات کو
میرے خیال میں گذرا تھا لیکن پری نے ہرگز نہ مانا بنفشہ نے مجبور ہو کر
کہا کہ سمن رو پری اپنی منھ بولی بہن کو اس سرزمین کی سیر کے واسطے
میرے گھر میں چھوڑ گئی ہے اُسنے یہ جواب مجھکو سکھایا ہے روح افزا
نے کہا اُسکو ہمارے پاس کبھی نہ لائی بھلا آج تو اپنے ساتھ لے آئیو
ایک ذرا میں بھی دیکھوں اُسنے کہا بہت اچھا اُسکی اور میری دونوں
کی سعادت ہے چنانچہ شام کے وقت بہرام کو پہنا اوڑھا کر اپنے ہمراہ
لے گئی روح افزا نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ بہرام ہے لیکن اغماض
کیا اور کچھ متوجہ نہوئی وہ سمجھا کہ اس نے اب تک مجھے نہیں پہچانا شاید
آئینہ کی پشت نہیں دیکھی اور میرا لکھا ملاحظہ نہیں کیا قصہ کوتاہ جب
بنفشہ چوپٹ گوندھ چکی شہزادی نے آئینہ مانگا بہرام نے جلدی سے
اُٹھا کر پشت کی طرف سے اُسے دکھایا وہ غنچہ دہن بے اختیار
کھل کھلا کر ہنس پڑی اور بنفشہ سے کہنے لگی کہ اے بنفشہ تمھاری بہن
نہایت کوڑھ ہے کہ اب تک آرسی کی پشت و رو نہیں جانتی
آج کی رات اسے یہاں چھوڑ جاؤ ہم اس کے ساتھ ہنسیں بولیں
چہلیں کرینگے اُسنے عرض کی کہ میری عین خوشی اور اُسکی سراسر سرافرازی
یہ کہکر وہ تو اپنے گھر آئی اور یہ دلارام کے خلوت خانے میں رہا

اے عزیز اگر بہرام زنانہ لباس نہ پہنتا تو ہرگز اپنی معشوقہ سے اتنا جلد نہ ملتا
اور اپنے مطلب کو نہ پہونچتا فی الواقع جو عاشق کہ معشوق کا رنگ پکڑتا ہے
معشوق خود عاشق اُسکا ہو جاتا ہے چنانچہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
بھی اس وضع کا کلام فرمایا ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ خصائل خدا کی پیروی کرو
تا قربت اُس سے حاصل ہو اور امور عالم کے انتظام دینے والوں نے
نقاب ظلمانی سے چہرۂ روز کو چھپایا اور چادر مہتاب کا فرش نورانی سطح
زمین پر بچھایا روح افزا پریوں کی مجلس سے اُٹھکر خلوت سرا میں آئی
بہرام کو اکیلا لیکر بیٹھی اُس آشنا صورت نے اجنبیوں کی طرح
سررشتہ سخن کا نکالا کہو بی تمھارا نام کیا ہے اُسنے کہا کوچۂ ننگ و نام
تو مجھ سے کب کا چھوٹ چکا ہے تیرے نام کے سوا کچھ یاد نہیں پری
نے پوچھا یہاں کس واسطے آئی ہو جواب دیا کہ پروانے کے آنے کا سبب
شمع پر بخوبی روشن ہے اُس سے پوچھا چاہیے بہرام کی میٹھی میٹھی باتوں سے
تو محظوظ ہوئی لیکن ظاہر میں ترش رو ہو کر بولی اے مکار اے عیار تیری
تیری باتوں سے میں نے پہچانا کہ تو رنڈی نہیں بلکہ مرد وا ہے بیہ گل نکالکر
تو یہاں در آمد ہوا میرے ناموس کو برباد کیا دیکھ تو اس دلیری کی کیسی سزا
دیتی ہوں اور ڈھٹائی کا بدلہ کیسا لیتی ہوں وہ ناکردہ کار نیش اور
نوش رنج حلاوت سے واقف نہ تھا ناز و نیاز کے بھید اُسپر کھلے
نہ تھے اُسکے علاوہ طمانچوں کا صدمہ آگے اُٹھا چکا تھا وہ ناز کی باتوں
کو سچ سمجھا یقین ہوا کہ اب پھر مار کھاؤنگا اور نکالا جاؤنگا مارے ڈر کے
تھر تھر کانپنے لگا اور اس شعر کو پڑھکر بیہوش ہونے لگا۔

شعر

گر قتل کہ تیرے آگے مرنا   بہتر کہ نہ دور زندگانی

پھر تو یہ بیزاد سہم گئی کہ مبادا ڈر سے اسکی جان پر آبنے اور
جفا کاروں میں میرا نام لکھا جائے بے اختیار دوڑ پڑی اور سر اسکا
اپنے زانو پر رکھ کر رخ گلفام کی بو یہاں تک سونگھائی کہ اسکو پھر
ہوش میں لائی اے عزیز اگر اپنے نور عقل کو حکمتوں سے زیادہ
نہ چمکائے گا تو تجلی یار سے فائدہ نہ پائے گا اگر تو یہ ہستی موہوم
نہ چھوڑے تو حیات ابدی کب تیرے پاس آئے جو راہ عشق
میں آپ سے نہ گذرا وہ منزل مقصود میں کب پہونچا۔ القصہ بہرام
نے جو آنکھ کھولی تو اپنا مرتبہ بہ رنگ گل دیکھا اور محبوبہ کا دل مثل
بلبل مارے خوشی کے پھول گیا اور اگلی پچھلی باتیں بھول گیا پھر تو
بے کھٹکے اپنے ہونٹھ کہ رشک گلبرگ تھے اسکے دہن سے کہ غیرت
غنچۂ یاسمن تھا ملائے اور خوب ہی مزے اڑائے اگرچہ وہ گل
پیرہن بھی اشتیاق میں بھری ہوئی تھی آپکو روک نہ سکی گتھ گئی آخر
نسیم نے کلی کو پھول بنایا اور آپس میں نئے نئے طرح سے لطف اٹھایا
روح افزا کا یہ جی لگا کہ ایک ساعت اس سے جدا رہنا دشوار ہوا
پھر یہ ارادہ کیا کہ اسکو حرز جان کی طرح گلے سے لگائے رکھئے مگر
دشمنوں کی نظر سے چھپائے رکھئے آخر ایک طلسم اسکے گلے میں
باندھا اور قمری بناکر ایک سونے کے پنجرے میں رکھا پھر تو وہ
سرو گل اندام روبرو لٹکائے رکھتی تھی رات کو پنجرے سے نکالکر پھر

آدمی بناتی تھی اور صبح تک اُسکی صحبت سے انواع و اقسام کی کیفیتیں
اُٹھاتی چند مدت اس طرح گذر گئی اور یہ بات چھپی رہی آخر عشق
اور مشک سے ظاہر ہوے نہیں رہتا کچھ بو باس بیان کی حُسن آرا تک
پہونچی ایک دن نور کے تڑکے اُسکی سُن گُن لینے آئی جب روح افزا
کے پاس آنکلی دیکھا کہ اُسکی زلف مشکیں کا طور بیطور ہے اور
سیب زنخداں کا رنگ اور ہے سُرخی رخسار کی رنگت گل سے
اور نرگس ہمخواب کی کیفیت جام سے دیکھی پیشواز کی چولی کی حالت
اور طرح کی پائی اور انگیا کی صورت کچھ اور ہی نظر آئی سمجھی کہ اسکا
یاقوت کسی کے الماس سے مقرر کندہ ہوا ہے اور جھوکا نسیم کا بلا شبہہ
اسکے غنچے کو لگا دوڑ کر غصے سے ایک دو ہتڑ پیٹھ میں مارا اور کہنے لگی
اے علامہ گل کا نام ڈبو یا کیا غضب کیا تو نے کنوارے پنے میں
کس سے آنکھ لگائی تجھے غیر مردوے سے حیا نہ آئی حیف تیری
زیست پر چلینی بھر پانی میں ڈوب مر تیری رسوائی کا نقارہ بج گیا
تو نے باپ کا نام خراب کیا سچ بتا کہ یہ کیا ماجرا ہے نہیں تو تیرا
گلا گھونٹ ڈالوں گی اور جیتا نہ رکھونگی روح افزا مارے ڈر کے
تھرتھراتی تھی اور کہتی تھی اماں مجھے تمھارے سر کی قسم جو میں نے
کسی مردوے کو بھی دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں تہمت ہے
اور صاف بندش ہے تم کیسی ماں ہو کہ بیٹی کو عیب لگاتی ہو
اور لوگوں کے کہنے سننے پر جاتی ہو غرض اُسنے ہرچند سخت سخت
قسمیں کھائیں اور بہتیری باتیں بنائیں مگر اُسنے باور نہ کیا بلکہ درپے
ہوئی کہ جس چور نے اس گھر میں کو نقب دی ہے اُسے پکڑا چاہیے

اور اچھی طرح سزا کو پہونچایا چاہیئے ہزاروں جاسوسوں عیاروں نے
زمین و آسمان کو ڈھونڈھ مارا لیکن گھر کے پنجرے کا بھید کسی پر
نہ کھلا اے عزیز تو عرش پر کس کے ڈھونڈھنے کا ارادہ رکھتا
ہے جو تیرے خانۂ دل میں ہے اسکی تو تجھے خبر نہیں واہ واہ
دور کا دھیان اور نزدیک آپ سے انجان۔

شعر

کون ہے گھر میں جب اتنی بھی نہیں تجکو خبر پھر تو یہ کیا جانے کیا ہے اوج بام پر

القصہ حسن آرا نے جستجو کر کے روح افزا کی خواصوں کو دھمکایا
اور منظفر شاہ کے غضب سے ڈرایا جب تو ایک خواص کہ اسکا نام گلرخ تھا
اسکے نزدیک آکر یوں کہنے لگی کہ اس خلوتسرا کا بھید ہمیں کیونکر کھلے
نہ وہاں تک گذارا نہ دیدہ بان بینا۔

شعر

اسکے دیکھنے کو دیدۂ دل چاہیئے چشم ظاہر میں ہماری دید کر سکتی ہے کب

لیکن اند اول ہماری صاحبزادی صبح و شام اس کوٹھری سے
مشغول رہتی ہے اور اسکے پنجرے کو ایک دم آنکھ سے اوجھل
نہیں رکھتی ظاہر میں تو یہ پرندہ ہے اور باطن کی ہمکو خبر نہیں
ہیں اپنا طایر قیاس آگے نہیں اڑ سکتا مگر ملکہ آڑی چڑیا پہچانتی ہے
اسکی کنہ سمجھ لے اے نادان بسبب علاقہ روح سبزہ زار دنیا کی
سیر کو آئی ہے جب تک یہ مریع طلسم عناصر اسکے گلے میں پڑا ہے

اور قفس وجود میں طوق بندگی اسکا گلوگیر ہے چشم ظاہر بیں مشت خاک
کے سوا کچھ نہیں دیکھتی جسدن یہ طلسم ٹوٹ گیا کیفیت اسکی
کھل جائے گی کہ وہ کون ہے اور یہ نیرنگ کیا ہے چنانچہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے جب لوگ
آویں گے اس حال سے آگاہ ہونگے وجود مطلق ایک دریا ہے
اور ہر موجود مثل حباب ہے جب حباب سے ہوا نکل گئی دریا کے
سوا کچھ نہیں بس تامل سے دیکھ کہ اصل ہستی دریا کی ہے لیکن فرق
مرتبہ کا البتہ ہے حباب کو کوئی دریا نہ کہے گا اور دریا کو حباب اور
کعبہ کو قبلہ کہتے ہیں اور بتخانہ کو کنشت جہنم کو دوزخ اور جنت کو
بہشت ۔

شعر

ہر مرتبہ میں اور ہی حکم وجود ہے   زندیق ہے جو حفظ مراتب کیے نہ تو

واقعی مسئلہ وحدت وجود کا مشکلترین مسائل ہے اور بہتیرے
اس بحر عمیق میں گر کے مذہب جبری کے بھنور میں جا پڑے اور اکثر
مسلک دہری کے گرداب میں ڈوبے ہادی یہاں فضل الٰہی اور
کرم رسالت پناہی کے سوا کوئی نہیں قصہ کوتاہ حسن آرا نے
روح افزا کی نشستگاہ میں جا پنجرے کو آتارلیا اور ارادہ لیجانے
کا کیا روح افزا اسکو شاہیں کے چنگل میں دیکھ کر کلیجہ پکڑ کر رہ گئی شرم
سے تو مارے لحاظ کے بول نہ سکی پر طائر روح قفس تن میں تلملانے لگا
ہر چند تڑپا لیکن قضا و قدر کے ہاتھ سے نہ چھوٹا غرض اس بے پر کو

وہ پری لے آڑی اور مظفر شاہ کے روبرو اسکا پنجرہ جاکر رکھ دیا شاہ نے
نکالکر اسکے بال و پر تمام کھولے آخر گلے پر جو ہاتھ پڑا تو ایک تعویذ بندھا نظر آیا
اسکو کھولا بہرام آدمی ہوگیا حاضرین مجلس سخت متعجب ہوے شاہ آتش غضب
سے جلکر کباب ہوگیا اور کہنے لگا اے بدذات نابکار تو غضب سلطانی سے نہ ڈرا
اور اپنے جی میں کچھ نہ سوچا سمجھا کہ اس دربار میں تجھے کون لایا اور بادشاہوں کے
محل میں کس نے پہونچایا اس ڈھٹائی اور بے پروائی کا ثمرہ تو ہلاکت کے
سوا کچھ نہ پائیگا اور اسکی سزا میں جان سے جائیگا بہرام بولا عاشقوں کا رہنما جذبۂ
اشتیاق ہے اور انھیں کے سزاوار تکلیف مالایطاق ہے عشق کی وہ زنجیر
نہیں کہ کوئی آپ سے پانوں میں ڈالے اور بے اختیار گرفتار ہو عاشقوں
نے رشتۂ اختیار سے توڑا ہے اور بے اختیاری سے جوڑا ہے جس نے
زندگی سے ہاتھ دھوئے اسے موت سے کیا خطرہ ہے اور جان کی کیا پروا ہے
مگر حسرت دیدار جی ہی میں رہے گی اور گور میں جوے خون آنکھوں سے بہے گی۔

شعر

موت سے ہرگز نہیں ڈرتا نہ کچھ غم ہے مگر　　گلرخوں کی دید سے محروم ہیں رہ جاؤنگا

آخر مظفر شاہ کا شعلۂ غضب ایسا بھڑکا کہ لوگوں سے فرمایا اس آتش کے
پرکالے کو جلد شہر سے دور لے جاکر آگ میں ڈالدو اور جلا کے خاک سیاہ کردو اتفاقاً
تاج الملوک اور بکاؤلی گلستان ارم کی سیر کو آتے تھے جس مقام سے جزیرۂ فردوس
نزدیک رہ جاتا ہے وہاں پہونچے جی میں آیا کہ چلو روح افزا کو بھی دیکھیں اور
دو دن وہاں کی بھی سیر کریں القصہ جزیرۂ فردوس کی طرف پھرے اور وہاں آ نکلے
جہاں لکڑیوں کا انبار لگا تھا اور بہرام اسپر بیٹھا تھا بلکہ چاروں طرف سے
آگ دے چکے تھے جو ہیں بکاؤلی نے لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور آگ بھڑکی ہوئی

اُسے نظر پڑی تخت اپنا قریب لیجا کر پوچھنے لگی کہ یہ کیا ہنگامہ ہے کوئی بول اُٹھا
کہ روح افزا کے عاشق کو جلاتے ہیں سنتے ہی اس بات کے تخت سے اُتر کر
آگے بڑھی کیا دیکھتی ہے کہ بہرام ہے فی الفور بکاؤلی نے کہا جلد اس آگ کو
بجھاؤ اور اس جوان کو نکالو اسکا ایک بال جلا تو سیکڑوں کے سر جلا دونگی بلکہ
اُسکا گھر کا گھر خاک میں ملا دونگی لوگ ڈر گئے اور آگ کو بجھا دیا اور بہرام کو
نکال کر شہزادے کے حوالہ کیا اُسکو ہمراہ لے کر ایک باغ میں جا اُتری
پھر تاج الملوک کو اور اُسے وہاں چھوڑ آپ مظفر شاہ اور حُسن آرا کے پاس
گئی جُھک کر سلام کیا اُنھوں نے اُسکا سر چھاتی سے لگا یا خیر و عافیت پوچھی
اور آنے کی حقیقت بکاؤلی نے کہا کہ میرا بے اختیار آپ کے اور بہن جان
کے دیکھنے کو جی چاہتا تھا اس کے سوا خیریت ہے لیکن راہ میں عجب ماجرا
دیکھا کہ میرے شہر کے وزیر زادے کو لوگ جلایا چاہتے تھے اگر
میرے آنے میں اور ایک دم کا وقفہ ہوتا تو وہ جلکر راکھ ہو جاتا اور ماں
باپ کو دُنیا سے کھو جاتا اگرچہ مرنا سب کا بُرا ہے خصوصاً ایسے جوان
شکیل کا فی الواقع تقصیر بھی ایسی ہوئی تھی لیکن اس طرح کی سزا اب
فائدہ نہیں رکھتی جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا میں نے فرض کیا کہ آپ نے
اُسے مار ڈالا لیکن کلنک کا ٹیکا تو نہ مٹیگا اب تو سو جانتے ہیں پھر
ہزاروں جانیں گے اس سے بہتر یہ ہے کہ اُسکی تقصیر معاف کیجئے
اور روح افزا کو اسکے ساتھ بیاہ دیجئے کیونکہ بہرام نہایت طرحدار اور قابل ہے کچھ اسمیں مضائقہ نہیں
وزیر اور بادشاہ میں ہمیشہ سے رشتہ ہوتا آیا ہے اور جو انسان کو
آپ حقیر جانتے ہیں تو پھر مجکو کیوں تاج الملوک کے ساتھ بیاہا بیٹی
اور بھتیجی میں کیا فرق ہے مظفر شاہ نے یہ باتیں سُنکر سر جُھکا لیا اور

کہا بہت بہتر مختار ہو پھر وہاں سے روح افزا کے پاس آئی دیکھا کہ وہ
آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے سر جھاڑ منہ پہاڑ بنائے بیٹھی ہے ہنسکر
کہنے لگی واہ واہ رہی کھسکی کہاں جاکر سرنگ لگائی پناہ مانگئے اور ڈریئے
تجھ سے اور تیرے دیدے سے بس اٹھ کھڑی ہو ہنس بول کپڑے بدل
حجرے سے باہر نکل میں تیرے چاہنے والے کو سلامت لے آئی ہوں
اب کوئی دن میں دل کھول کر ملیو اور ہمیشہ عیش کیجیو روح افزا بہن کی
باتوں سے مسکرا کر اٹھ بیٹھی اور بلائیں لیکر گلے سے لپٹ گئی رات
کی رات بکاؤلی وہاں رہی صبح کے وقت روح افزا کو مظفر شاہ اور
حسن آرا کے پاس لے گئی تقصیر معاف کروائی پھر اسکو مائیوں بٹھا کر
تاج الملوک اور بہرام کو لے کر جزیرہ ارم میں جا کر پہونچی اور ماجرا
من و عن اپنے ماں باپ کے گوش گزار کیا پھر انسے درخواست کی
کہ وہ جس دھوم سے تاج الملوک کو لے کر بیاہنے آئے تھے اسی طرح
تم بھی بہرام کو بیاہنے لے چلیو اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرو
چنانچہ انھوں نے ویسے ہی مہمانداری اور تیاری اندر باہر کی
اور تجمل سے بہرام کو خلعت شاہانہ اور جواہر پہنا کر پھولوں کا سہرا
باندھکر بڑے کر و فر سے جزیرۂ فردوس کو روانہ ہوئے وہاں کی
تیاری کا کیا کہنا ہے پری کے بیاہ کا تجمل زبان کیا بیان کرے
اور قلم کب لکھ سکے غرض مظفر شاہ کی طرف کے لوگوں نے براتیوں
کو اور دولہا کو لے جا کر نہایت عظم و شان سے مجلس نشاط میں بٹھایا
اور زنانی سواریوں کو اسی وضع سے اترواکر بڑی تعظیم اور تواضع
سے حسن آرا کے علاقہ دار مجلس انبساط میں لے آئے پھر رات تک

ر باہر ناچ راگ کی صحبت رہی آتشبازی والواع اقسام کی چھوٹا کی پھر اپنے خاندان کے چلن کے موافق اُس پری پیکر کا نکاح اُس رشک قمر کے ساتھ بندھوایا اور پان بیڑے کے بعد نوشہ کو بیت دہم کے واسطے محل میں بھجوایا بکاؤلی بھی بہنوں کی طرح بہرام کے ساتھ گئی اور لوٹنے کری ہوئی اُسکی طرف سے خوب جھگڑی پھر آرسی مصحف دکھایا اور دولہا کو دلھن کا جھوٹا شربت پلایا اسکے بعد مظفر شاہ اور حسن آرا نے روح افزا کو بہت سا جہیز نقد وجنس لونڈی غلام دے کر بہ تجمل تمام رخصت کیا برات کو اُسی رونق سے اور تاج الملوک لئے ہوئے شاد و خرم جزیرہ ارم کئی دن وہاں چہل پہل رہی پھر بکاؤلی اور تاج الملوک روح اُسی طمطراق سے لے کر ملک نگارین کو روانہ ہوئے کچھ عرصہ میں جا پہونچے پھر بہرام کے ماں باپ کو بلوا کر تمام قصہ کہکر سُنایا اور دونوں کا دیدار دکھایا وہ بہو بیٹے کو دیکھکر شاد ہوئے اور بکاؤلی کے جان و دل سے ممنون احسان ہوئے من بعد وزیر نے مجلس نشاط کی وہاں تیار کی بادشاہ کو جاکر لے آیا اور جتنے چھوٹے بڑے امیر تھے اُنکو بھی بُلایا جس قدر اہل طرب شہر میں تھے اونکو طلب کیا غرض کئی دن تک ناچ راگ کی صحبت رہی مہمانداری بخوبی کی بادشاہ اور بادشاہزادے کے حضور میں سیکڑوں کشتیاں جواہر اور پوشاک کی رکھیں اور محل میں بھی اُسی قبیل سے بھجوائیں انعام اور اکرام لوگوں کو بہت سا دیا نقد و جنس بیشمار بانٹا بعد اسکے حضرت اعلیٰ قلعہ مبارک میں تشریف لے گئے سب مہمان بھی رخصت ہوئے پھر بکاؤلی نے

حمالہ کو کہلا بھیجا کہ جلدی میرے باغ اور محل کو آکر دا کریہاں۔ وہ چار رہی دن کے عرصہ میں سے کرے سو بخوبی فی الفور متصل اپنے در کے نہایت آراستگی کے ساتھ قائم کر کے روح افزا اور بہرام حوالے کیا الحمد للہ خدا کے فضل سے سب شاد ہوئے اور بخوبی آباد ہوئے۔

اشعار

سے کیا انکو شاد — ہماری بھی دے یا الٰہی مراد
ب بخوبی تمام — تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام
آواز غیب — کہ ہے مذہب عشق تاریخ و نام

تاریخ عیسوی

خواہش کہ کلک و زباں — کریں عیسوی سال کو بھی بیاں
تو پھر ہاتف غیب سے دی صدا — کہ اس مذہب عشق میں کو لئے آ
کرے مشرب جام گر اختیار — تو راز نہاں تم سے ہو آشکار

خاتم الطبع

نیشنل پریس الہ آباد میں باہتمام رمضان علی شاہ چھپا

۸۹۱۰۰۹۳۳۶

سرن لم
(ب ب)

DUE DATE

۳۳۹	۳۹	